# تفسیر ابن کثیر

پارہ نمبر ۱۲

## چند اہم مضامین کی فہرست


- ہر مخلوق کا روزی رساں اللہ ۵۸۶
- تخلیق کائنات کا تذکرہ ۵۸۶
- انسان کا نفسیاتی تجزیہ ۵۸۸
- ریا ہر نیکی کے لیے زہر ہے ۵۹۰
- مومن کون ہیں؟ ۵۹۱
- عقل و ہوش اور ایمان والے لوگ ۵۹۴
- آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا نبی؟ ۵۹۵
- دعوت حق سب کے لیے یکساں ہے ۵۹۷
- میرا پیغام اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے ۵۹۷
- قوم نوحؑ کا مانگا ہوا عذاب اسے ملا ۵۹۸
- نوحؑ کی اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا اور جواب ۶۰۴
- طوفان نوحؑ کا آخری منظر ۶۰۵
- یہ تاریخ ماضی وحی کے ذریعہ بیان کی گئی ۶۰۶
- قوم ہودؑ کی تاریخ ۶۰۶
- قوم ہودؑ کے مطالبات ۶۰۷
- ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب ۶۰۸
- صالح علیہ السلام اور ان کی قوم میں مکالمات ۶۰۹
- ابراہیم علیہ السلام کو بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو ۶۱۰
- حضرت ابراہیمؑ کی بردباری اور سفارش ۶۱۲
- حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول ۶۱۳
- لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے ۶۱۴
- اہل مدین کی جانب حضرت شعیبؑ کی آمد ۶۱۶
- پرانے معبودوں سے دستبرداری سے انکار ۶۱۷
- قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عتاب ۶۱۹
- قبطی قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام ۶۲۰
- عذاب یافتہ لوگوں کی چیخیں ۶۲۲
- انبیاء کے فرماں بردار اور جنت ۶۲۳
- مشرکوں کا حشر ۶۲۳
- استقامت کی ہدایت ۶۲۴
- اوقات نماز کی نشاندہی ۶۲۴
- نیکی کی دعوت دینے والے چند لوگ ۶۲۷
- ذکر ماضی تمہارے لیے سامان سکون ۶۲۸
- تعارف قرآن بزبان اللہ الرحمان ۶۲۹
- بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام ۶۳۱
- یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور ہدایات ۶۳۲
- بشارت اور نصیحت بھی ۶۳۳
- یوسف علیہ السلام کے خاندان کا تعارف ۶۳۳
- بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق ۶۳۴
- بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوگئے ۶۳۵
- کنویں سے بازار مصر تک ۶۳۷
- بازار مصر سے شاہی محل تک ۶۳۹
- زلیخا کی بدنیتی سے الزام تک ۶۴۰
- یوسف علیہ السلام کے تقدس کا سبب ۶۴۰
- الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی ۶۴۲
- داستان عشق اور حسینان مصر ۶۴۳
- جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام ۶۴۶
- جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساقی سے ملاقات ۶۴۶
- جیل خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سلسلہ اور تبلیغ توحید ۶۴۷
- خواب اور اس کی تعبیر ۶۴۹
- تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاد دہانی کی تاکید ۶۵۰
- شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں حضرت یوسفؑ تک رسائی ۶۵۰
- تعبیر کی صداقت اور شاہ مصر کا حضرت یوسفؑ کو وزارت سونپنا ۶۵۲

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾

زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں۔ وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی' سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے ○ اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے ○

---

**ہرمخلوق کا روزی رساں اللہ:** ☆☆ (آیت:۶) ہر ایک چھوٹی بڑی' خشکی تری کی مخلوق کا روزی رساں ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے' آنے جانے' رہنے سہنے' مرنے جینے اور ماں کے رحم میں قرار پکڑنے اور باپ کی پیٹھ کی جگہ کو جانتا ہے۔ امام ابن ابی حاتمؒ نے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ فاللہ اعلم۔ یہ تمام باتیں اللہ کے پاس کی واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ الخ' یعنی زمین پر چلنے والے جانور اور اپنے پروں پر اڑنے والے پرند سب کے سب تم جیسی ہی امتیں ہیں' ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی' پھر سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الخ' یعنی غیب کی کنجیاں اسی اللہ کے پاس ہیں۔ انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خشکی تری کی تمام چیزوں کا اسے علم ہے۔ جو پتہ جھڑتا ہے' اس کے علم میں ہے' کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور کوئی تر وخشک چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب میں نہ ہو۔

**تخلیق کائنات کا تذکرہ:** ☆☆ (آیت:۷) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔ آسمان وزمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے بنو تمیم تم خوشخبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا' خوشخبریاں تو آپ نے سنا دیں۔ اب کچھ دلوائیے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا' ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنائیے کہ کس طرح ہوئی؟ آپؐ نے فرمایا' سب سے پہلے اللہ تھا۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔

راوی حدیث حضرت عمرانؓ کہتے ہیں' حضورؐ نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آن کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی' میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا بات ہوئی؟ یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے' اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے' اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ پھر آسمان وزمین کو پیدا

کیا- مسلم کی حدیث میں ہے' زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی- اس کا عرش پانی پر تھا- صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا اور فرمایا ''اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے-'' دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا- خیال تو کرو کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے اب تک کتنا کچھ خرچ کیا ہو گا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا' وہ کم نہیں ہوتا- اس کا عرش پانی پر تھا- اس کے ہاتھ میں میزان ہے- جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے- مسند میں ہے' ابورزین لقیط بن عامر بن متفق عقیلی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپؐ نے فرمایا' عما میں نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا- پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا- یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے- سنن ابن ماجہ میں بھی ہے-

امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں- مجاہد کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنے سے پہلے عرش الٰہی پانی پر تھا- وہب' ضمرہ' قتادہ' ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں- قتادہؒ کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ابتداء مخلوق کس طرح ہوئی! ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان وزمین کو پیدا کیا' تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے- نصف عرش کے نیچے یہی بحر مسجود ہے- ابن عباسؓ فرماتے ہیں' بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے- سعد طائی فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے- محمد بن اسحاق فرماتے ہیں' اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا- اس لئے کہ کچھ نہ تھا' پانی تھا' اس پر عرش تھا- عرش پر ذوالجلال و الاکرام ذوالعزت و السلطان ذوالملك و القدره ذوالعلم و الرحمة و النعمه تھا جو جو چاہے' کر گزرنے والا ہے- ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ آپؓ نے فرمایا ہوا کی پیٹھ پر-

پھر فرماتا ہے- آسمان وزمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو- یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کئے گئے- آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں- یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے- اور آیت میں ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا الخ' کیا تم اور یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے' وہی حق ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ عرش کریم کا رب ہے- اور آیت میں ہے' انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے- وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں؟ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو- ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے- پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ اگر آپؐ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے' جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے' وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے- حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے- ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا- اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول مرتبہ کے بہت ہی آسان ہے-

فرمان الٰہی ہے- وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی- وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے- اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر زندہ کرنا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا- لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے- کفر وعناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرتے-

وَ لَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۠ ﴿۸﴾ ع ۸

اور اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے! سنو! جس دن وہ ان کے پاس آئے گا' پھر ان سے ٹلنے والا نہیں پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہی پر الٹ پڑے گا ○

(آیت: ۸) پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے موخر کر دیں تو یہ اس کو نہ آنے والا جان کر جلدی کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے موخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا - امت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے - اس سے مراد مدت بھی ہے - اس آیت میں اور آیت وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ جو سورہ یوسف میں ہے' یہی معنی ہیں - امام و مقتدی کے معنی میں بھی یہ لفظ آتا ہے - جیسے حضرت ابراہیم کے بارے میں اُمَّةً قَانِتًا الخ آیا ہے - ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے - جیسے مشرکوں کا قول اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً والی آیت میں اور آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ میں اور آیت وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ میں - ان آیتوں میں امت سے مراد کافر' مومن سب امتی ہیں - جیسے مسلم کی حدیث میں ہے' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جو یہودی نصرانی اس امت کا میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے' وہ جہنمی ہے - ہاں تابعدار امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ والی آیت میں -

صحیح حدیث میں ہے' میں کہوں گا' امتی امتی' اسی طرح امت کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ الخ اور جیسے آیت مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ الایہ میں -

وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّىْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اسے اس سے لے لیں' تو وہ بہت ہی نا امید اور بڑا ہی ناشکرا بن جاتا ہے ○ اور اگر ہم اسے کوئی رحمت پہنچائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں' یقیناً وہ بڑا ہی خوش ہو کر فخر کرنے لگتا ہے ○ سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں' انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی ○

انسان کا نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت: ۹-۱۱) سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں' ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض ناامید ہو جاتے ہیں - اللہ سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس

سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔

یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے۔ اگر سختی کے بعد آسانی ہو گئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا۔ اپنی راحت اپنی تن آسانیوں پر مست و بے فکر ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کا استہزا کرنے لگتے ہیں۔ اکڑفوں میں پڑ جاتے ہیں اور آئندہ کی سختی کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ ہاں ایمان دار اس بری خصلت سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ دکھ درد میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔ راحت و آرام میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی، کوئی مصیبت، کوئی دکھ، کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک کہ کانٹا لگنے پر بھی۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے' مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پا کر شکر کرتا ہے اور بھلائی سمیٹتا ہے۔ تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے' نیکی پاتا ہے۔ ایسا حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان سورہ والعصر میں ہے۔ یعنی عصر کے وقت کی قسم' تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں۔ یہی بیان آیت اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا الخ میں ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے تیرا دل تنگ ہونے والا ہے صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا' سن تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے' ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہی ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ ملا بھی لو اگر تم سچے ہو ○ پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور در اصل اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ ○

---

**کافروں کی تنقید کی پرواہ نہ کریں:** ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۴) کافروں کی زبان پر جو آتا' وہی طعنہ بازی رسول اللہ ﷺ پر کرتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبرؐ کو دلاسہ اور تسلی دیتا ہے کہ آپؐ نہ اس سے کام میں سستی کریں' نہ تنگ دل ہوں۔ یہ تو ان کا شیوہ ہے۔ کبھی وہ کہتے

اگر یہ رسولؐ ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا؟ مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے چل رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبرؐ آپ ملول خاطر نہ ہوں' آزردہ دل نہ ہوں' اپنے کام سے نہ رکئے' انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے' دن رات اللہ کی طرف بلاتے رہئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی دکھ دہ باتیں آپؐ کو بری لگتی ہیں۔ آپؐ توجہ بھی نہ کیجئے۔ ایسا نہ ہو آپؐ مایوس ہو جائیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازے کستے' پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے۔ سب جھٹلائے گئے' ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچی۔

پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بنا کر نہیں لا سکتی اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسی اس کی ذات مثال سے پاک' ویسے ہی اس کی صفتیں بھی بے مثال۔ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہو' یہ ناممکن ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا' پاک اور منفرد ہے۔ معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم' اس کے حکم احکام' اس کی روک ٹوک اسی کلام میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ بس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

جو شخص دنیا کی زندگی اور اسی کی زینت پر ریجھا ہوا ہو' ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ○ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا' وہاں سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہوئے ○

---

**ریا ہر نیکی کے لیے زہر ہے:** ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۶) ابن عباسؓ فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا میں دکھاوے کے لئے نماز پڑھے' روزے رکھے یا تہجد گزاری کرے' اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل کر رہتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ حضرت انسؓ وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں اتری ہے اور مجاہد کہتے ہیں' ریاکاروں کے بارے میں اتری ہے۔ الغرض جس کا جو قصد ہو' اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے۔ دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے' اللہ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔

قرآن کریم کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ الخ میں بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں' دے دیتے ہیں۔ پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے' جہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوتا ہے۔ ہاں جس کی طلب آخرت ہو اور بالکل اسی کے

مطابق اس کا عمل بھی ہو اور وہ ایمان دار بھی تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر دانی کی جاتی ہے۔ انہیں ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں۔ تیرے پروردگار کا انعام کسی سے رکا ہوا نہیں۔ تو خود دیکھ لے کہ کس طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخشی ہے۔ آخرت کیا باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی اور زبردست چیز ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ الخ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم خود اس میں اس کے لئے برکت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم گو اسے اس میں سے کچھ دے دیں لیکن آخرت میں وہ بے نصیب رہ جاتا ہے۔

| |
|---|
| اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ |
| مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ |
| الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ |
| مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٧﴾ |

کیا وہ شخص جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے متصل ہی اللہ کی طرف کا گواہ ہو اور اس سے پہلے کتاب جو موسیٰ کی پیشوا اور رحمت، یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ۔ یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے۔ یہ تو بات ہی اور ہے کہ اکثر لوگ ایمان والے نہیں ہوتے ○

مومن کون ہیں؟ ☆☆ (آیت: ۱۷) ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو اللہ کی وحدانیت کو دل سے مانتے ہیں۔ جیسے حکم الٰہی ہے کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا الخ اپنا منہ دین حنیف پر قائم کر دے۔ اللہ کی فطرت، جس پر اس نے انسانی فطرت پیدا کی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں۔ پھر لوگ ان کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کیا ہے لیکن پھر شیطان آ کر انہیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انہیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انہیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری۔ مسند اور سنن میں ہے کہ ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے الخ۔

پس مومن فطرت اللہ پر ہی باقی رہتا ہے۔ پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے۔ پھر اس کے پاس اللہ کا شاہد آتا ہے یعنی اللہ کی شریعت پیغمبرؑ کے ذریعے پہنچتی ہے جو شریعت حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں، اللہ کی رسالت اولاً حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ۔ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ وہ علی ہیں لیکن وہ قول ضعیف ہے۔ اس کا کوئی قائل ثابت ہی نہیں۔ حق بات پہلی ہی ہے۔ پس مومن کی فطرت اللہ کی وحی سے مل جاتی ہے۔ اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے، پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلے کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔ پس فطرت سلیم اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم، جسے حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے نبی کو پہنچایا اور آپؐ نے اپنی امت کو، پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجود وہ کتاب موسیٰ یعنی تورات جسے اللہ نے اس زمانے کی امت کے لئے پیشوائی کے قابل بنا کر بھیجی تھی اور جو اللہ کی طرف سے رحمت تھی، اس پر جن کا پورا ایمان ہے، وہ لامحالہ اس نبی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب نے اس

کتاب پر ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصے کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گروہ' جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو' خواہ نصرانی' کہیں کا ہو' کوئی ہو' کسی رنگت اور شکل وصورت کا ہو' قرآن پہنچا اور نہ مانا' وہ جہنمی ہے۔ جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انہیں بھی جنہیں یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو' میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں' اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی۔ پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں۔ پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے اللہ کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک شبہ نہ کرنا چاہئے جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور جگہ ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ یعنی گو تیری چاہت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوں گے۔ اور آیت میں ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تو تجھے راہ اللہ سے بھٹکا دیں گے۔ اور آیت میں ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور سوائے مومنوں کی ایک مختصر سی جماعت کے باقی سب اسی کے پیچھے لگ گئے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے' یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا۔ خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر ○

اللہ جل شانہ پہ بہتان باندھنے والے : ☆☆ (آیت:۱۸) جو لوگ اللہ کے ذمے بہتان باندھ لیں' ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے کی ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپؓ نے فرمایا' میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل مومن کو اپنے سے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ اور فلاں بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا

رہا۔ سن آج بھی میں انہیں بخشتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ اسے دے دیا جائے گا۔ اور کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے الخ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۹ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا
يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۰ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۱ لَا جَرَمَ
اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۲۲

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کر لیتے ہیں، یہی ہیں آخرت کے منکر ○ نہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کو ہرا سکے نہ ان کا کوئی حمایتی اللہ کے سوا ہوا، ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا، نہ یہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے ○ یہی ہیں جنھوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور جن سے اپنا باندھا ہوا افترا گم ہو گیا ○ بے شک یہی لوگ آخرت میں زیاں کار ہوں گے ○

---

(آیت: ۱۹-۲۲) یہ لوگ اتباع حق، ہدایت اور جنت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ ٹیڑھا ترچھا ہی تلاش کرتے رہے۔ ساتھ ہی قیامت اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے۔ اسے مانا ہی نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اللہ کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ڈھیل انہیں مل گئی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے، اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تب چھوڑتا ہی نہیں۔ ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ اس لئے کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے انہوں نے کام نہ لیا۔ حق سننے سے کانوں کو بہرہ رکھا۔ حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھا رکھا۔ جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ یعنی اگر سنتے ہوتے، عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخی نہ بنتے۔ یہی فرمان آیت اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الخ میں ہے کہ کافروں کے لیے راہ اللہ کی راہ سے روکنے والوں کے لیے عذاب پر عذاب بڑھتا چلا جائے گا۔ ہر ایک حکم عدولی پر، ہر ایک برائی کے کام پر، سزا بھگتیں گے۔

پس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلف ہیں۔ یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذرا سی دیر بھی ہلکا نہیں ہوگا۔ آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں، اور تر تیز ہوتے جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور اللہ کے شریک وغیرہ آج وہ ان کے کسی کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف مکر جائیں گے۔ گو یہ انہیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان مشرکوں نے انہیں پوجا۔ یہی ارشاد خلیل الرحمانؑ کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے گو تم دنیوی تعلقات وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر دیں گے اور ایک دوسرے پر

لعنت کرنے لگیں گے- اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا- اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائے گا-

یہی مضمون آیت اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا الخ میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے- عذاب الٰہی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے- اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں- وہ بھی ان کی ہلاکت اور نقصان کی خبر دیتی ہیں- یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے- جنت کے درجوں کے بدلے انہوں نے جہنم کے گڑھے لئے- اللہ کی نعمتوں کے بدلے جہنم کی آگ قبول کی- میٹھے ٹھنڈے خوشگوار جنتی پانی کے بدلے جہنم کا آگ جیسا کھولتا ہوا گرم پانی انہیں ملا- حور عین کے بدلے لہو پیپ اور بلند و بالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انہوں نے لئے' رب رحمان کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انہیں ملی- بے شک یہاں یہ سخت گھاٹے میں رہے-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ
كَالْاَعْمٰی وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِیْرِ وَ السَّمِیْعِ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۱۲

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کئے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے' وہی جنت میں جانے والے ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں ○ ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھتے سنتے جیسی ہے' کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○

---

**عقل و ہوش اور ایمان والے لوگ :** ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۴) بروں کے ذکر کے بعد اچھے لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے دل ایمان والے' جن کے جسمانی اعضا فرماں برداری کرنے والے تھے' قول و فعل سے فرمان رب بجا لانے والے اور رب کی نافرمانی سے بچنے والے تھے- یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے- بلند و بالا بالا خانے' بچھے بچھائے تخت' جھکے ہوئے خوشوں اور میووں کے درخت' ابھرے ابھرے فرش' خوبصورت بیویاں' قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل' چاہت کے لذیذ کھانے پینے اور سب سے بڑھ کر دیدار الٰہی- یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے ہیشگی لئے ہوئے ہوں گی- نہ انہیں موت آئے' نہ بڑھاپا' نہ بیماری' نہ غفلت' نہ پاخانہ پیشاب' نہ تھوک' نہ ناک مشک بو والا پسینہ آیا اور غذا ہضم- پہلے بیان کردہ کافر شقی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے' بہرے اور بینا اور سننے میں ہے- کافر دنیا میں حق کو دیکھنے میں اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی بھلائی کی راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے- وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے' نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے' اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سناتا- اس کے برخلاف مومن سمجھ دار' ذکی' عاقل' عالم' دیکھتا' بھالتا' سوچتا' سمجھتا' حق و باطل میں تمیز کرتا- بھلائی لے لیتا' برائی چھوڑ دیتا' دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا اور باطل سے بچتا' حق کو مانتا- بتلایئے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں سمجھتے- ارشاد ہے لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الخ دوزخی اور جنتی ایک نہیں ہوتے- جنتی تو بالکل کامیاب ہیں- اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں' اندھیرا اور اجالا برابر نہیں' سایہ اور دھوپ برابر نہیں' زندہ اور مردہ برابر نہیں- اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا- تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے- ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے' ہر ہر امت

میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں ○ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے ○ اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے کمین موٹی سمجھ والوں کے اور کوئی نہیں۔ ہم تیری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں ○

---

آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا نبی؟ ☆☆ (آیت: ۲۵-۲۷) سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑ دو گے تو عذابوں میں پھنسو گے۔ دیکھو تم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن کے دردناک سخت عذابوں میں مجھے تمہارے لینے کا خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں کے رؤساء اور امراء بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں۔ ہم جیسے ہی انسان ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر تم ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں۔ کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور وفکر کے آپؑ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہین کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو' تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں' یا خلق و خلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو۔ نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں آخرت کے ملک کی دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے عقلی تو دیکھئے۔ اگر حق کے قبول کرنے والے نچلے طبقہ کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے حق کی شان گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ چاہے وہ مسکین مفلس ہی ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی' مالدار اور امیر امراء ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاءؑ آئے' وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے' ہم تو انہی کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ شاہ روم ہرقل نے جو ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی

لوگ ہوتے ہیں-حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں' حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا بلکہ ہر عقل مند کا کام یہی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت اور جلدی کرے- اس میں تامل کرنا جہالت اور کند ذہنی ہے- اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں-

حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا' اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابوبکرؓ کے کہ انہوں نے کوئی تردد و تامل نہ کیا' واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا- ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے' یہ بھی ان کے اندھے پن کی وجہ سے ہے- اپنی ان کی آنکھیں اور کان نہ ہوں اور ایک موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا- یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں- اپنی جہالت میں ڈبکیاں مارتے رہتے ہیں- جھوٹے مفتری خالی ہاتھ رذیل اور نقصانوں والے ہیں-

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

نوح نے کہا' میری قوم والو! مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا کی ہوئی ہوتی' پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی' تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے سے منڈھ دوں؟ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو ○

---

بلا اجرت خیر خواہ سے ناروا سلوک؟ ☆☆ (آیت:۲۸) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ سچی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آ چکی- بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی' تم اسے نہ دیکھ سکے' نہ تم نے اس کی قدر دانی کی' نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دے دیئے اور اسے جھٹلانے لگ گئے- اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں؟-

وَیٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

میری قوم والو! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا' میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے- نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں' انہیں اپنے رب

سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو ○ میری قوم کے لوگو! اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کون کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے؟ ○ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ سنو میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا' نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں' نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ذلت سے پڑ رہی ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا ہی نہیں' ان کے دل میں جو ہے' اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے' اگر میں ایسی باتیں کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے ○

---

**دعوت حق سب کے لیے یکساں ہے:** ☆☆ (آیت:۲۹-۳۰) آپؑ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ نصیحت تمہیں کر رہا ہوں' جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں' اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا' میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دیدوں' مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا۔ یہی طلب آنحضرتؐ سے بھی کی گئی تھی جس کے جواب میں یہ آیت اتری لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ الخ' یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ الخ' اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزما لیا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ کر اللہ کا فضل نازل ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا؟۔

**میرا پیغام اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے:** ☆☆ (آیت:۳۱) آپؑ فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں' اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور توحید کی طرف' اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مراد تم سے مال سمیٹنا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے۔ جو قبول کرے گا' نجات پائے گا۔ اللہ کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں۔ میں غیب نہیں جانتا۔ ہاں جو بات اللہ مجھے معلوم کرا دے' معلوم ہو جاتی ہے۔ میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید اللہ کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے' جنہیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو' میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں۔ اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایماندار ہیں تو انہیں اللہ کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی برائی کو کہے' اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝۳۲ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ
بِمُعْجِزِينَ ۝۳۳ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ
أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ
وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۳۴ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ ۚ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ
فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تُجْرِمُونَ ۝۳۵ ع

کہنے لگے کہ اے نوح تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑ چکا اب تو تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے ○ جواب دیا کہ اسے بھی اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے ہاں تم اسے دہرانے والے نہیں ہو ○ تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو' وہ تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○ کیا یہ کہتے ہیں؟ کہ اسے خود اسی نے گھڑ لیا

ہے؟ تو جواب دے کہ اگر میں نے گھڑ لیا ہو تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو ○

**قوم نوحؑ کی عجلت پسندی کی حماقت:** ☆☆ (آیت:۳۲-۳۴) قوم نوحؑ کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے۔ بس حجتیں تو ہم نے بہت سی سن لیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لاؤ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں۔ اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف، حاکم، عادل، غیر ظالم، فیصلوں کے امر کا مالک، ابتداء پیدا کرنے والا، پھر لوٹانے والا، دنیا آخرت کا تنہا مالک وہی ہے۔ ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

**کفار کا الزام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب:** ☆☆ (آیت:۳۵) یہ درمیانی کلام اسے قصے کی بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر جھوٹ افترا گھڑ لوں؟ ہاں اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی ایمان لائے گا ہی نہیں تو ان کے کاموں پر غمگین نہ ہو ○ اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیئے جانے والے ہیں ○ نوح علیہ السلام کی کشتی کی تیاری کی حالت میں اس کی قوم کی جو جماعت اس کے پاس سے گزرتی، وہ اس کا مذاق اڑاتی اس نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم مسخراپن کر رہے ہو ○ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور اس پر ہمیشگی کی سزا اتر آئے ○

**قوم نوحؑ کا مانگا ہوا عذاب اسے ملا:** ☆☆ (آیت:۳۶-۳۹) قوم نوح نے جب عذابوں کی مانگ جلدی مچائی تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی یا زمین پر کسی کافر کو رہتا بستا نہ چھوڑ۔ پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں، تو میری مدد کر، اسی وقت وحی آئی۔ کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا۔ تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہی ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی

تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر' ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے- بعض سلف کہتے ہیں' حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنالو- اس میں ایک سو سال گزر گئے' پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے- ایک قول ہے' چالیس سال لگے' واللہ اعلم- امام محمد بن اسحاق توراۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی- اس کا طول اسی ہاتھ تھا اور عرض پچاس ہاتھ کا تھا- اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا- پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے- قتادہؒ کا قول ہے کہ لمبائی تین سو ہاتھ کی تھی-

ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی- کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی- واللہ اعلم- اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی- اس میں تین درجے تھے- ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا- سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے- درمیان کے حصے میں انسان تھے- اوپر کے حصے میں پرندے تھے- ان میں چوڑا دروازہ تھا' اوپر سے بالکل بند تھی- ابن جریرؒ نے ایک غریب اثر عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم الٰہی کسی ایسے مردہ کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں- آپ انہیں لے کر چلے- ایک ٹیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؑ کو ہی علم ہے- آپ نے فرمایا' یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی- پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو اسی وقت ایک بڈھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا- آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی- اس دہشت نے بوڑھا کر دیا- آپ نے فرمایا' اچھا حضرت نوح کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو- اس نے کہا' وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی' تین درجوں کی تھی- ایک میں جانور اور چوپائے تھے' دوسرے میں انسان' تیسرے میں پرند- جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ- آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر نر مادہ نکل آئے اور وہ میلا کھانے لگے- چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا- اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرقاب ہونے کا علم کیسے ہوگیا؟ اس نے کہا کہ نوحؑ نے کوے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا' دیر تک وہ واپس آیا تو آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی- اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا- پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا' وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا- اس سے معلوم ہوگیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں- آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن وانس کی دعا کی- پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے- حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہؐ آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں- آپ نے فرمایا' یہ تمہارے ساتھ کیسے آ سکتا ہے جب کہ اس کی روزی نہیں- پھر فرمایا' اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا' وہ اسی وقت مٹی ہو گیا- نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا- وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعنہ دیتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا- اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے' اچھا دل خوش کر لو- وقت آ رہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے- ابھی جان لوگے کہ کون اللہ کے عذاب سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آ چمٹتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ٹلے-

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور ابلنے لگا ہم نے فرمادیا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دوہرے سوار کرا لے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے اور سب ایمان والوں کو بھی' اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے ○

**قوم نوحؑ پر عذاب الٰہی کا نزول:** ☆☆ (آیت:۴۰) حسب فرمان ربی آسمان سے موسلا دھار لگا تار بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی ابلنے لگا اور ساری زمین پانی سے بھر گئی اور جہاں تک منظور رب تھا' پانی بھر گیا اور حضرت نوح کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ تنور کے ابلنے سے بقول ابن عباسؓ یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا۔ یہی قول جمہور سلف وخلف کا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن زیادہ غالب پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی کہتے ہیں یہ تنور کوفے میں تھا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے' ہند میں ایک نہر ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں' جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق میں سے ہر قسم کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرالو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا۔ جب گدھے کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آ گئے اور اس نے اپنے پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح جلدی کر رہے تھے۔ یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آ جا تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو آیا۔ تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لے جانا مشکل ہو گیا' آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا' شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی' یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے۔ حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے' انہیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا حام بھی انہیں کافروں میں تھا۔ وہ الگ ہو گیا۔ یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ رسول کی منکر تھی۔ اور تیری قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' کل اسی (۸۰) آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں۔[1] کعب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب بہتر اشخاص تھے۔ ایک قول ہے' صرف دس آدمی تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوحؑ تھے اور ان کے تین لڑکے تھے۔ سام' حام' یافث اور چار عورتیں تھیں۔ تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی حام کی بیوی اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوحؑ کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی۔ واللہ اعلم واحکم۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

نوح علیہ اسلام نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے ○

کشتی نوح پر کون کون سوار ہوا؟: ☆☆ (آیت:۴۱) حضرت نوحؑ جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھہراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قرات میں مجرھا و مرسھا بھی ہے۔ یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ اور یہ بھی دعا کرنا کہ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔ جیسے فرمان باری ہے کہ اسی اللہ نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کے لئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری کرو الخ حدیث میں بھی اس کی تاکید اور رغبت آئی ہے سورہ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہ لیں بسم الله الملك وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ پوری آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اس دعا کے آخر میں اللہ کا وصف غفور و رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلے میں مومنوں پر رحمت و شفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور و رحیم بھی ہے۔ اور آیت میں ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت و انتقام کا بیان ملا جلا ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰي نُوْحُۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰي جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جا رہی تھی۔ نوح نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پکار کر کہا کہ پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ ○ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا نوح نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا ○

(آیت:۴۲-۴۳) پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے' کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ پہاڑوں سے بھی اوپر پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے باوجود اس کے کشتی نوح بحکم اللہ برابر صحیح طور پر جا رہی ہے' خود اللہ اس کا محافظ ہے- اور وہ خاص اس کی عنایت و مہر ہے جیسے فرمان ہے اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ الخ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھا لیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں- اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرایا اور اپنی حفاظت میں پار اتارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا- کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟ اس وقت حضرت نوحؑ نے اپنے صاحبزادے کو بلایا- یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے- اس کا نام حام تھا- یہ کافر تھا- اسے آپؑ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے- مگر اس بدنیت نے جواب دیا کہ نہیں' مجھے اس کی ضرورت نہیں- میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باراں سے بچ جاؤں گا- ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ اس نے شیشے کی کشتی بنائی تھی- واللہ اعلم- قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچنے کا- میں جب جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہیں' وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو- یہاں عاصم معصوم کے معنی میں جیسے طاعم مطعوم کے معنی میں اور کاسی مکسو کے معنی میں آیا ہے یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پسر نوح کو لے ڈوبی-

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

فرما دیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر- تھم جا- اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا ہو گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جا لگی اور فرما دیا گیا کہ ناانصافی کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو جیو O

---

طوفان نوح علیہ السلام کی روداد : ☆☆ (آیت:۴۴) روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الٰہی اور مظلوم پیغمبرؑ کی بددعا کا عذاب تھا' غرق ہو گئے- اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا- ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہو گیا- پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا' یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مومن ہی بچے- کشتی بحکم ربی جودی پر رکی- مجاہد کہتے ہیں' یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے- سب پہاڑ ڈبو دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا- یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی- حضرت قتادہ فرماتے ہیں' مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی' یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا- حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سینکڑوں کشتیاں بنیں بگڑیں بلکہ راکھ اور خاک ہو گئیں- ضحاک فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے- بعض کہتے ہیں' طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں- زر بن جبیش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر توبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؒ

نے جواب دیا کہ کشتی نوح یہیں لگی تھی۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسی آدمی تھی۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا' وہاں وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا' کہ وہ خشکی کی خبر لائے۔ وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگادی آپؑ نے ایک کبوتر کو بھیجا۔ وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور پنجوں میں مٹی لے کر واپس آیا' اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہوگئی ہے۔ پس آپؑ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بناڈال دی جسے ثمانین کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ ایسی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہوگیا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں معلوم کرادیں۔ آپؑ ان سب کے درمیان مترجم تھے۔ ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی۔ پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہؒ وغیرہ فرماتے ہیں' رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انہیں لے کر کشتی جودی پر مہینے بھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے' انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا' اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر الٰہی کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا' پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں۔ پس آپؐ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جو آج روزے سے ہو' وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو' وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔ یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ' ہلاکت اور رحمت حق سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے۔ آپ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا۔ پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے؟ آپ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب آپؐ بنا چکے اور پانی زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی' وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا' تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی۔ دو تہائی تک پہنچی جب پانی وہاں بھی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا۔ جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دونوں غرق ہوگئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے کہ کعب احبار اور ابن جبیر سے بھی اس بچے اور اس

کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ
وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ
مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ڰ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ
رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا
تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہنے لگا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے۔ اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے ○ اللہ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز اس چیز کو نہ مانگنا چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں اپنا شمار کرانے سے باز رہے ○ کہنے لگا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا علم ہی نہ ہو۔ اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں تو خرابی والوں میں ہو جاؤں گا ○

---

**نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا اور جواب:** ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۷) یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میری اہل میں سے تھا۔ اور میری اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا۔ میں کہہ چکا تھا کہ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ یعنی تیری اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپؑ کے بطن سے نہ تھا۔ بلکہ بدکاری سے تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا۔ یہ دونوں قول غلط ہیں بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباسؓ اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زناکاری نہیں کی۔

پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیری اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیری جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں۔ یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے۔ اس کے سوا اور طرف جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ کس قدر غضبناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن نے بیان فرما دی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔ عکرمہ فرماتے ہیں ایک قرات اِنَّهٗ عَمِلَ عَمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے حضرت اسماءؓ بنت یزید فرماتی ہیں میں نے

رسول اللہ ﷺ کو اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ پڑھتے سنا ہے اور یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ الخ پڑھتے سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ فَخَانَتٰهُمَا کا کیا مطلب ہے؟

آپؓ نے فرمایا' اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوح کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی' یہ مجنون ہے۔ اور حضرت لوطؑ کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپؑ کے ہاں آتے' اپنی قوم کو خبر کر دیتی۔ پھر آپ نے آیت اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ پڑھی۔ حضرت سعید بن جبیرؒ سے جب حضرت نوحؑ کے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا تو آپؒ نے فرمایا' اللہ سچا ہے' اس نے اسے حضرت نوح کا لڑکا فرمادیا ہے۔ پس وہ یقیناً حضرت نوح کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے وَنَادٰی نُوْحُ ابْنَہٗ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض علماء کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ ایسا ہی حضرت مجاہد سے مروی ہے۔ اور یہی ابن جریرؒ کا پسندیدہ ہے۔ اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ
وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

فرمادیا گیا کہ اے نوح ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر' اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا ○

---

طوفان نوحؑ کا آخری منظر : ☆☆ (آیت: ۴۸) کشتی ٹھہری اور اللہ کا سلام آپؑ پر اور آپؑ کے تمام مومن ساتھیوں پر اور ان کی اولاد میں سے قیامت تک جو ایماندار آنے والے ہیں' سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مومنوں کی سلامتی اور برکت اور کافروں کی سزا پر مبنی ہے۔ امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا ابلنا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے' بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل توراۃ کے ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کشتی نوح جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے۔ پھر آپؑ نے کوے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا۔ آپؑ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا۔ اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی' آپؑ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا۔ پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا۔ شام کو وہ واپس آیا' اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا۔ اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا۔ اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپؑ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی۔

الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ۔ الخ۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا
قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۹ وَاِلٰى ع ۱۴
عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ۗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا
رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ
قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲

یہ خبریں غیب کی خبروں میں ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں' انھیں اس سے پہلے نہ تو تو جانتا تھا نہ تیری قوم' پس تو صبر کرتا رہ' یقین مان کہ انجام کار پرہیز گاروں کے لئے ہی ہے ○ عادیوں کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا' اس نے کہا میری قوم والو! اللہ ہی کی عبادت کیا کرو۔ اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم تو صرف بہتان بازی کر رہے ہو○ میرے قومی بھائیو! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا' میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے' تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے ○ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھا دے۔ تم باوجود گنہگار ہونے کے روگردانی نہ کرو ○

---

یہ تاریخ ماضی وحی کے ذریعہ بیان کی گئی: ☆☆ (آیت:۴۹) قصہ نوحؑ اور اسی قسم کے گذشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید تو نے اس سے سیکھ لئے ہوں۔ پس صاف بات ہے کہ یہ اللہ کی وحی سے تجھے معلوم ہوئے۔ اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و برداشت کرنا چاہئے۔ ہم تیری مدد پر ہیں۔ تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ دیں گے انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے۔ یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

قوم ہودؑ کی تاریخ: ☆☆ (آیت:۵۰-۵۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا' انہوں نے قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا۔ اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے؟ کہ یہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانے والا ہے اور تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ' گذشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور توبہ کرو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں' اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے۔ اس کی نشانی کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت و طاقت میں دن

دونی رات چوگنی برکتیں ہوں گی- حدیث شریف میں ہے، جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے- ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب خیال میں بھی نہ ہو-

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾

وہ کہنے لگے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں ○ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آ گیا ہے- اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنھیں تم شریک رب بنا رہے ہو ○ اچھا تم سب مل کر میرے حق میں بدی کر لو اور مجھے بالکل ہی مہلت نہ دو ○ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے، جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں، سب کی چوٹیاں وہی تھامے ہوئے ہے یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے ○

---

قوم ہود کے مطالبات: ☆☆ (آیت: ۵۳-۵۶) قوم ہود نے اپنے نبی علیہ السلام کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں، اس کی کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں- اور یہ ہم کرنے سے رہے کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں- نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے- بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے، اس لئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑی ہے- تیری عقل چل گئی ہے- یہ سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا' اگر یہی ہے تو سنو' میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے- سب سے بری اور بے زار ہوں- اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو- اور تم سے جو ہو سکے' مجھے نقصان پہنچا دو- مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو- نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ- جو نقصان تمہارے بس میں ہو' مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو- میرا توکل ذات رب پر ہے- وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے- ناممکن ہے کہ اس کی منشاء بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے- دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں- کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو- وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے- وہ صحیح راستے پر ہے- بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں' مومن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کو اولاد پر ہوتی ہے- وہ کریم ہے' اس کے کرم کی کوئی حد نہیں- اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپؑ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں توحید ربانی کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں- بتا دیا کہ جب اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا- جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا- اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو' وہ سب باطل ٹھہرے- اللہ ان سے پاک ہے ملک' تصرف' قبضہ' اختیار اسی کا ہے-

سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ
قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٥٧﴾
وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ڐ جَحَدُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٥٩﴾
وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ
عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿٦٠﴾ ع ١١

پس اگر تم روگردانی کرلو تو کرلو۔ میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دیکر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کردے گا' اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے' یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ○ جب ہمارا حکم پہنچا' ہم نے ہودؑ کو اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی' اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بال بال بچالیا ○ یہ تھے عادی جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کردیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش مخالف کے حکم کی تابعداری کی ○ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ دیکھ لو قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا' ہود کی قوم کے عادیوں پر لعنت ہو ○

---

**ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب:** ☆☆ (آیت: ۵۷-۶۰) حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا' اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا' اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر۔ اللہ کو قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دینے کا۔ بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے۔ میرا رب بندوں پر شاہد ہے۔ ان کے اقوال وافعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر وبرکت سے خالی' عذاب وسزا سے بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں۔

اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے نجات پا گئے۔ سزاؤں سے بچ گئے۔ سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا' اللہ کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی۔ یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے۔ اللہ کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی۔ اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پکار دیا جائے گا کہ عادی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے۔ ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ
مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا
فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْہِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا
یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَاۤ اَتَنْھٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ
اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْہِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ یٰقَوْمِ
اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْہُ رَحْمَةً
فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ عَصَیْتُہٗ ۫ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴿۶۳﴾

ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا' اس نے کہا کہ اے میری قوم' تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے۔ پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو' بے شک میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور ہے بھی دعاؤں کا قبول کرنے والا ○ وہ کہنے لگے اے صالح' اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے۔ کیا تو' ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے؟ ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔ ہم متحیر ہیں ○ اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو ذرا بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہوئی ہوئی' پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو ○

**صالح علیہ السلام اور ان کی قوم میں مکالمات :** ☆☆ (آیت:۶۱) حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپؑ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے باز آنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے۔ تم سب کے باپ باوا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ تم اس میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہئے۔ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور قبول فرمانے والا ہے۔

**باپ دادا کے معبود ہی ہم کو پیارے ہیں :** ☆☆ (آیت:۶۲-۶۳) حضرت صالح علیہ السلام اور آپؑ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی' اس کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال۔ اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ ہمیں پرانی روش اور باپ دادا کے طریقے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے لگا۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بہت بڑا شک شبہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا' سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں۔ میرے پاس میرے رب کی نشانی ہے' مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے؟ اور اللہ کے عذاب سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق میرے کام نہیں آ سکتی تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے نقصان کے تم مجھے اور کیا دے سکتے ہو۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ
تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾
فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ
لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع ٨
وَلَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ
فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاۗءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾

میری قوم والو یہ ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے۔ اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا ○ پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا' اس پر صالح نے کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہہ لو۔ یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے ○ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا' ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی' یقیناً تیرا پروردگار ہی نہایت توانا اور غالب ہے ○ ظالموں کو بڑے زور کی کڑک نے آ دبوچا۔ پھر تو وہ اپنے گھروں میں زانوں کے بل مردہ پڑے ہوئے رہ گئے ○ ایسے کہ گویا وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے' آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے اپنے رب سے کفر کیا' سن لو ان ثمودیوں پر پھٹکار ہے ○ ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا۔ اس نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے گائے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت لے آیا ○

(آیت ۶۴-۶۸) ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورہ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو : ☆☆ (آیت:۶۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ آ کر سلام کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے۔ سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ بچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا' لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ ان نو وارد مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے ہی نہیں' اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ
قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ
فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾
قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ
هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ
اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ اسے نہیں لگ رہے ہے تو انہیں انجان پا کر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگا' انہوں نے کہا ڈر نہیں۔ ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ○ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی' وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی۔ اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی ○ وہ کہنے لگی' آہ میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے؟ میں آپ پوری بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے' یہ تو یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے ○ فرشتوں نے کہا' کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے۔ تم پر اے اس گھر کے لوگو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ بے شک اللہ سزا وار حمد وثنا اور بڑی بزرگیوں والا ہے ○

(آیت: ۷۰۔۷۳) حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے' وہ بصورت نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے' آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی' جلدی جلدی اپنا بچھڑا لے کر اس کو گرم پتھروں پر سینک کر لا حاضر کیا اور خود بھی ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ آپؑ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہؓ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے' ابراہیم ہم جب تلک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں' کھایا نہیں کرتے آپؑ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا قیمت ہے آپؑ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا۔ یہی اس کی قیمت ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے حضرت میکائیلؑ کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے۔ اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپؑ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گذرنے لگے۔ حضرت سارہؓ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیمؑ ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں' تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انہیں بیساختہ ہنسی آ گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا! آپؑ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں' فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔

حضرت سارہؓ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوشخبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا۔ انہیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے' وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپؑ کو اسحاق نامی بچہ پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق کے ہاں یعقوب کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوش خبری سنائی۔ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ علیہا السلام نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا' امر اللہ میں کیا

حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بیٹا دے گا گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے' اے نبی کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں' تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

جب ابراہیم کا ڈر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگ گیا ○ یقیناً ابراہیم بہت تحمل والا' نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والا تھا ○ اے ابراہیم اس خیال کو چھوڑ دے' تیرے رب کا حکم آ پہنچا ہے' ان پر نہ لوٹایا جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے ○

حضرت ابراہیمؑ کی بردباری اور سفارش: ☆☆ (آیت: ۷۴-۷۶) مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کے دل میں جو دہشت سمائی تھی' ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہو گئی۔ پھر آپؑ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں تو آپؑ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سو مومن ہوں' کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا' فرشتوں نے یہی جواب دیا۔ پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپؑ نے فرمایا' پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا' ہمیں وہاں حضرت لوطؑ کی موجودگی کا علم ہے۔ اسے اور اس کے اہل خانہ کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچا لیں گے۔ اب آپؑ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ بردبار' نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضاء حق نافذ و جاری ہو گئی۔ اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹایا نہ جائے گا۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِىْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے O اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی' وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی' لوط نے کہا اے قوم کے لوگو' یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو' کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں؟ O انھوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری لڑکیوں کی کوئی حاجت نہیں' تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے O

---

**حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول:** ☆☆ (آیت: ۷۷۔۷۹) حضرت ابراہیمؑ کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ امرد خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے' حضرت لوط ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر سٹپٹا گئے' دل ہی میں دل میں پیچ و تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ کیا ہو گا؟ قتادہؒ فرماتے ہیں۔ حضرت لوطؑ اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرما شرمی انکار تو نہ کر سکے اور انہیں لے کر گھر چلے' راستے میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں' ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں نہیں ہیں۔ کچھ دور جا کر پھر یہی کہا۔ غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی' ان کی برائی نہ بیان کرے' انہیں ہلاک نہ کرنا۔

سدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دوپہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے۔ وہاں حضرت لوطؑ کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں' مل گئیں' ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں؟ اس نے کہا۔ آپ یہیں رکئے۔ میں واپس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہو گی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں' میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوطؑ سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو۔ ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپؑ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی' اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا۔ دوڑے بھاگے آ گئے' جسے دیکھو' خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے' ان کی تو یہ خوخصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انہوں نے عادت بنا لیا تھا۔ اس وقت اللہ کے نبیؑ انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدخصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔ بناتی یعنی میری لڑکیاں۔ اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔ حضرت لوطؑ نے انہیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں۔ ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' یہ سمجھا جائے کہ آپؑ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قتادہؒ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریج فرماتے ہیں' یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت لوطؑ نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپؑ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں' اللہ سے ڈرو' میرا کہا مانو' عورتوں کی طرف رغبت کرو' ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ' اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں' میری عزت کا خیال کرو۔ کیا تم میں

ایک بھی سمجھدار' نیک' راہ یافتہ' بھلا آدمی نہیں۔ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہاں بھی بناتك یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے' پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾

لوطؑ نے کہا' کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط آسرے کی پناہ میں ہوتا ○ اب فرشتوں نے کہا' اے لوط ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ناممکن کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔ پس تو اپنے والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے بجز تیری بیوی کے' اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا' یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے' کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں؟ ○

---

لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے: ☆☆ (آیت: ۸۰-۸۱) حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انہیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت' طاقت ہوتی یا میرا کنبہ' قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت ہو لوط علیہ السلام پر کہ وہ زورآور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عزوجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا' وہ اپنے آبائی وطن میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی اس افسردگی' کامل ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جایئے۔ خود ان سب کے پیچھے رہئے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جایئے۔ قوم والوں کی آہ وبکا' پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ پھر اس اثبات سے حضرت لوط کی بیوی کا استثنا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی۔ اس لئے کہ رحمانی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔ ایک قرات میں الا امراتك تے کی پیش سے بھی ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبر دونوں جائز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپؑ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپؑ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور وہ ڈھیر ہو گئی۔

حضرت لوطؑ کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس خبیث قوم کی ہلاکت کا وقت بھی بیان کر دیا کہ یہ صبح ہوتے ہی تباہ ہو جائے گی۔ اور صبح اب بالکل قریب ہے۔ یہ کور باطن آپؑ کا گھر گھیرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آ پہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک رہے تھے' جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آزردہ خاطر ہو کر تنگ آ گئے' اس وقت جبرئیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ حضرت حزیفہ بن یمان رضی اللہ

عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے‘ انہیں سمجھاتے کہ دیکھو اللہ کا عذاب نہ خریدو مگر انہوں نے خلیل الرحمان کی بھی نہ مانی۔ یہاں تک کہ عذاب کے آنے کا قدرتی وقت آ پہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپؑ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرئیل کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں‘ ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں‘ آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بد تر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا‘ دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے‘ میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا‘ دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا‘ لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں‘ میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کیے دوڑتے بھاگتے حضرت لوطؑ کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپؑ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں‘ نصیحتیں کیں۔ فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ آپؑ کے دو پر ہیں۔ جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں۔ آپؑ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح کے دانے ہیں۔ لولو ہیں اور آپ کے پاؤں سبزی کی طرح ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں‘ یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپؑ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا۔ جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قتادہ سدیؒ وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ ﴿۸۳﴾

ع ۷ ۱۵

پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا‘ ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا۔ اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ نشان دار تھے۔ تیرے رب کی طرف سے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے ۝

آج کے ایٹم بم اس وقت کے پتھروں کی بارش: ☆☆ (آیت: ۸۲-۸۳) سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے جو سخت‘ وزنی اور بہت

بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سجین سِجِّیلٍ دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے بہ پے تہ بہ تہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا' اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے' ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا' وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے' وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپؑ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اکے دکے جو رہ گئے تھے' ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں۔ ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے' تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ' حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ڬ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا' اس نے کہا اے میری قوم' اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے O اے میری قوم والو ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ O اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو' میں کچھ تم پر نگہبان داروغہ نہیں ہوں O

---

اہل مدین کی جانب حضرت شعیبؑ کی آمد: ☆☆ (آیت: ۸۴) عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا' ان کے شہروں کا نام اور خود ان کا نام بھی مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپؑ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے۔ اسی لئے اخاھم کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیاء کی عادت اور سنت اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ

تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو۔ اور اللہ کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بدحالی سے بدل جائے گی۔

**ناپ تول میں انصاف کرو:** ☆☆ (آیت:۸۵-۸۶) پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل و انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان میں رہزنی اور ڈاکے مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے برکت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث وطیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہیے نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

انھوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے ○ کہا اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع ہوں ○

---

**پرانے معبودوں سے دستبرداری سے انکار:** ☆☆ (آیت:۸۷) حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں صلوٰۃ سے مراد یہاں قرات ہے۔ وہ لوگ ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ واہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرات نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں تصرف کریں۔ کسی کو ناپ تول میں کم نہ دیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حلیم و رشید کہنا ازراہ مذاق وحقارت تھا۔

**قوم کو تبلیغ:** ☆☆ (آیت:۸۸) آپؑ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل و حجت اور بصیرت پر قائم

ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یا رزق حلال۔ یا دونوں۔ میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادہ کی کامیابی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع، توجہ اور جھکنا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے، حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ رسول اللہ ﷺ نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے۔ تم آپ کے پاس جاؤ۔ آپؐ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ پہچانتے بھی ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ چلا۔ اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپؐ رہا کر دیجئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضب ناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، واللہ اگر آپؐ ایسا جواب دیں گے تو لوگ کہیں گے کہ آپؐ ہمیں تو پڑوسیوں کے بارے میں اور حکم دیتے ہیں اور آپ خود اس کا خلاف کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی نہیں۔ جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اور روایت میں ہے کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر حضور ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپؐ نے سمجھا نہیں۔ اس لئے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ حضرت بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں، میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے، آپ کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؐ کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بددعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ ﷺ برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپؐ نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے، کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکالی؟ یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمے ہے۔ ان پر کچھ نہیں۔ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد لائے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں یعنی متاثر نہ ہوں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی، کیا آپ بالوں میں جوڑ لگانے کو منع کرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو تو میں نے اللہ کے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں، اس کے برعکس خود کروں۔ حضرت ابوسلیمان ضبی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے آتے تھے جن میں اوامر ونواہی لکھے ہوئے ہوتے تھے اور آخر میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو اللہ کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ
نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾
وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

میری قوم کے لوگو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری مخالفت میں آ کر ان عذابوں کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں' اور قوم لوط تو تم سے کچھ بھی دور نہیں ○ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ' یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے ○

**میری عداوت میں اپنی بربادی مت مول لو:** ☆☆ (آیت:۸۹-۹۰) فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر اور اپنے گناہوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والوں کو پہنچا ہے۔ خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گذری ہے اور قریب جگہ میں ہے۔ تم اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنا لیتا ہے۔ ابو لیلیٰ کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھامے کھڑا تھا۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپؓ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا' میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو۔ تم اس طرح تھے۔ پھر آپؓ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾

انہوں نے کہا شعیب تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں' اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ ہم تو تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے ○ اس نے جواب دیا کہ اے میرے قومی لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلہ کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے؟ یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو' سب کو گھیرے ہوئے ہے ○ اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ۔ میں بھی عمل کر رہا ہوں' تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور کون ہے جو جھوٹا ہے؟ تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ○

**قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عتاب:** ☆☆ (آیت:۹۱-۹۲) قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپؑ کی نگاہ کم تھی۔ تھے آپؑ بہت ہی صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب حاصل تھا۔ سدیؒ کہتے ہیں' اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپؑ اکیلے تھے۔ مراد اس سے آپؑ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپؑ کے کنبے والے بھی آپؑ کے دین پر نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے۔ یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت' رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا' بھائیو تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو۔ اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے؟ افسوس تم نے کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ

تمہارے تمام حال احوال جانتا ہے۔ وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ۙ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ
ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ ع ۱۲ ۸
وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾
يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ
الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ
الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

جب ہمارا عذاب آ پہنچا' ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو آواز سخت کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے ہوئے مردے ہو گئے ○ گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے' آگاہ رہو مدین کے لئے بھی ویسی ہی دوری ہوئی جیسی دوری ثمود کو ہوئی ○ یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا ○ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف۔ پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی اور فرعون کا کوئی حکم ٹھیک اور درست تھا ہی نہیں ○ وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا۔ وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کئے گئے ○ ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چپکا دی گئی اور قیامت کے دن بھی' برا انعام ہے جو دیا گیا ○

---

مدین والوں پر عذاب الٰہی: ☆☆ (آیت: ۹۴-۹۵) جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا' اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ۔ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو۔ میں بھی انتظار میں ہوں۔ آخرش ان پر بھی عذاب الٰہی اترا۔ اس وقت نبی اللہ اور مومن بچا دیئے گئے۔ ان پر رحمت رب ہوئی اور ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ جل بجھے۔ بے حس و حرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے۔ اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی تھے۔ اللہ کی لعنت کا باعث بنے۔ ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور گناہ اور بدامنی میں انہی جیسے تھے۔ اور یہ دونوں قومیں عرب ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔

قبطی قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام: ☆☆ (آیت: ۹۶-۹۹) فرعون سردار قوم قبط اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے' اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود دگنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بروں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ کہیں گے بھی کہ الٰہی انہی لوگوں نے ہمیں بہکایا۔ تو انہیں دوگنا عذاب

دے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امراؤالقیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔ اس آگ کے عذاب۔ پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دودو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔ اس لئے ان پر دوہری لعنت پڑی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾

بستیوں کی یہ بعض خبریں جنھیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں' ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نابود ہو گئیں ○ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انھوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ انھیں ان کے ان معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا' بلکہ اور ان کا نقصان ہی انھوں نے بڑھایا ○ تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے' بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے ○ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں' وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ وہ دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے ○

**عبرت کدے کچھ آباد ہیں کچھ ویران:** ☆☆ (آیت:۱۰۰-۱۰۱) نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں۔ جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں سے بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت مسلط کر لی۔ اور جن معبودان باطل کے انہیں سہارے تھے' وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آ سکے بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انہیں اور غارت کر دیا۔ دونوں جہاں کا وبال ان پر آ پڑا۔

(آیت:۱۰۲) جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی' ان جیسا جو بھی ہوگا' اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ المناک اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے کر پھر پکڑیں گے۔ وقت ناگہاں دبا لیتا ہے۔ پھر مہلت نہیں ملتی۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

**ہلاکت اور نجات' ٹھوس دلائل:** ☆☆ (آیت:۱۰۳-۱۰۵) کافروں کی اس ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اول و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا اور وہ بڑا بھاری دن ہوگا۔ تمام فرشتے' تمام رسول' تمام مخلوق حاضر ہوگی۔ حاکم حقیقی' عادل کامل انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم

ہونے میں دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی- اتنی مدت خاموشی پر گزر رے گی- پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی- جس دن قیامت آ جائے گی' کوئی نہ ہوگا جو اللہ کی اجازت کے بغیر لب بھی کھول سکے- مگر رحمٰن جسے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے- تمام آوازیں رب رحمٰن کے سامنے پست ہوں گی-

بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے' اس دن صرف رسول ہی بولیں گے اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ سلامت رکھ- یا اللہ سلامتی دے- مجمع محشر میں بہت سے تو برے ہوں گے اور بہت سے نیک- اس آیت کے اترنے پر حضرت عمرؓ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ' ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چلا چکا ہے لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے- (مسند ابو یعلی)

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

اسے ہم جو دیر کرتے ہیں' وہ صرف ایک معین مدت تک ہے ○ جس دن وہ آ جائے گی' مجال نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت بغیر کوئی بات بھی کر لے' سو ان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ○ لیکن جو بد بخت ہوئے' وہ دوزخ میں ہوں گے- وہاں ان کی باریک اور موٹی گدھے جیسی آواز ہوگی ○ وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے آسمان و زمین کے- سوائے اس وقت کے جو اللہ کا چاہا ہوا ہے' یقیناً تیرا رب کر گزرتا ہے جو کچھ چاہے ○

**عذاب یافتہ لوگوں کی چیخیں:** ☆☆ (آیت: ۱۰۶-۱۰۷) گدھے کے چیخنے میں جیسے زیر و بم ہوتا ہے' ایسی ہی ان کی چیخیں ہوں گی- یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے- وہ ہمیشگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ ہمیشگی والا ہے جب تک آسمان و زمین کو قیام ہے- یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے- پس ان الفاظ سے ہمیشگی مراد ہے نہ کہ قید- اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین و آسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان و زمین ہو پس یہاں مراد جنس ہے- چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان و زمین ہے- اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے جیسے آیت النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ میں ہے- اس استثناء کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں ابن جوزی نے زاد المسیر میں نقل کیا ہے- ابن جریر نے خالد بن معدان' ضحاک' قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ موحد گناہ گاروں کی طرف استثناء عائد ہے- بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں- قتادہؒ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے-

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہونگے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہے مگر جو چاہے تیرا پروردگار' بخشش ہے بے انتہا ○

انبیاء کے فرماں بردار اور جنت: ☆☆ (آیت:۱۰۸) رسولوں کے تابعدار جنت میں رہیں گے- جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا- زمین و آسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقا رہے گی مگر جو اللہ چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے- بقول ضحاک وحسن یہ بھی موحد گنہگاروں کے حق میں ہے- وہ کچھ مدت جہنم میں گزار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے- یہ عطیہ ربانی ہے جو ختم نہ ہوگا- نہ گھٹے گا- یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھٹکا نہ گزرے کہ ہمیشگی نہیں- جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا- سب اس کی حکمت وعدل ہے- وہ ہر اس کام کو کر گزرتا ہے جس کا ارادہ کرے- بخاری ومسلم میں ہے' موت کو چت کبرے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا- پھر فرما دیا جائے گا کہ اہل جنت تم ہمیشہ رہو گے اور موت نہیں اور اے جہنم والو تمہارے لیے ہمیشگی ہے- موت نہیں-

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ
اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۚ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿١٠٩﴾ وَلَقَدْ ع ۱۷
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿١١٠﴾ وَاِنَّ
كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۚ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١١١﴾

سو تو ان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہ جنھیں یہ لوگ پوج رہے ہیں- ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی' ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کمی کے دینے والے ہی ہیں ○ یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی- پھر اس میں اختلاف ڈال دیا گیا' اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ ہوگئی ہوئی ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کر دیا جاتا' انھیں تو اس میں شبہ سا ہی ہے ○ یہ تو قلق میں ہیں- یقیناً ان میں سے ہر ایک جب اُسکے روبرو جائے گا' تیرا رب اسے اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا' جو وہ کر رہے ہیں' اسے سب خبر ہے ○

مشرکوں کا حشر: ☆☆ (آیت:۱۰۹-۱۱۱) مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا- ان کے پاس سوائے باپ دادا کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انہیں دنیا میں ہی مل جائیں گی- آخرت میں عذاب ہی عذاب ہوگا- جو خیر و شر کے وعدے ہیں' سب پورے ہونے والے ہیں- ان کے عذاب کا مقررہ حصہ انہیں ضرور پہنچے گا- موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن لوگوں نے تفرقہ ڈالا- کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا- پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے- کوئی مانے گا' کوئی ٹالے گا- چونکہ ہم وقت مقرر کر چکے ہیں' چونکہ ہم بغیر حجت پوری کئے عذاب نہیں کیا کرتے' اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی انہیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آ جاتا- کافروں کو اللہ اور اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں- ان کا شک وشبہ زائل نہیں ہوتا- سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا- اس قرآۃ کا بھی معنی اس ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے-

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰي لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

پس تو جمارہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبر دار تم حد سے نہ بڑھنا۔ اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے ○ دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی آگ کا لوگ جائے گا اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے ○ دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں یہ ہے نصیحت نصیحت پکڑنے والوں کے لئے ○ تو صبر کرتا رہ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○

**استقامت کی ہدایت:** ☆☆ (آیت:۱۱۲-۱۱۳) استقامت اور سیدھی راہ پر دوام ہیشگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک ہی پر کی گئی ہو۔ پروردگار بندوں کے عمل سے آگاہ ہے۔ مداہنت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو۔ مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ آگ تمہیں پکڑ لے گی۔ ظالموں کی طرفداری ان کے ظلم پر مدد ہے۔ یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے عذاب الٰہی ہٹائے؟ اور کون ہے جو تمہیں اس سے بچائے۔

**اوقات نماز کی نشاندہی:** ☆☆ (آیت:۱۱۴-۱۱۵) ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ قتادہؒ ضحاکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد ظہر اور عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز اور بقول مجاہد وغیرہ مغرب و عشا کی۔ نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا۔ پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔ تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مسند میں ہے کہ آپؐ نے پانی منگوایا وضو کیا پھر فرمایا میرے اس وضو کی طرح رسول اللہ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر عشا کی نماز سے مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے۔ لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشا سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر

دیتی ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے'' صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے''۔ مسند احمد میں ہے ''ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔' بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر حضرت ﷺ سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا' کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپؐ نے جواب دیا ''نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا ''میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا' ہاں جماع نہیں کیا۔ اب میں حاضر ہوں۔ جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں' میں برداشت کرلوں گا''۔ حضور ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی۔ اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت ﷺ برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا۔ اسے واپس بلا لاؤ۔ جب وہ آ گیا تو آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر حضرت معاذؓ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے' آپ نے فرمایا ''نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔''

مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں' اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں'' اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو۔ لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا' ایذائیں کیا کیا؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے' پھر اس میں سے خرچ کرے' اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے' وہ سب اس کے لئے آگ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔'' مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آتی تھی۔ افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم اللہ ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے''۔ آپؓ نے فرمایا' شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا' جی ہاں یہی بات تھی۔ آپؓ نے فرمایا' تم جاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپؓ نے بھی حضرت عمر کی طرح فرمایا' پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی۔ آپ نے فرمایا' شاید کہ اس کا خاوند اللہ کی راہ میں گیا ہوا ہوگا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا ''کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے''؟ تو حضرت عمرؓ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا' نہیں اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے''۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرؓ سچے ہیں۔

ابن جریرؒ میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں۔ وہ اندر گئی' میں نے بھی اندر جا کر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپؓ نے فرمایا' اللہ سے ڈر اور اپنے نفس پر

پردہ ڈالے رہ۔ لیکن ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جا کر حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا' آپؐ نے فرمایا' افسوس تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے تو یہ سن کر اپنے آپ کو جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضور ﷺ نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکا لی۔ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر اترے۔ ابن جریرؒ میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دو دفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپؐ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ پھر جب نماز کھڑی ہوئی اور آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے اچھی طرح وضو کیا؟ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار اب کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ حضرت ابوعثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کے اسے جھنجھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر فرمایا' ابوعثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو۔ فرمایا۔ اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ پھر فرمایا ''جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے۔'' پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں برائی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لو کہ اسے مٹا دے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔ اور حدیث میں ہے'' جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے افضل نیکی ہے۔ ابویعلی میں ہے' دن رات کے جس وقت میں کوئی لا الہ الا اللہ پڑھے' اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں''۔ اس کے راوی عثمان ضعف ہے۔ بزار میں ہے' ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور ﷺ میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جسے پوری نہ کی ہو۔ آپؐ نے فرمایا' کیا تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپؐ نے فرمایا' بس یہ ان سب پر غالب رہے گی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾

پس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے باہوش ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے بجز ان چند کے جنھیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی' ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انھیں آسودگی دی گئی تھی۔ وہ تھے ہی گنہگار ○ تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کرے اور وہاں کے لوگ نیک کار ○ اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے ○ بجز ان کے جن پر

تیرا رب رحم فرمائے' انھیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے' تیرے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کروں گا O

**نیکی کی دعوت دینے والے چند لوگ:** ☆☆ (آیت:۱۱۶-۱۱۷) یعنی سوائے چند لوگوں کے ہم گذشتہ زمانے کے لوگوں میں ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں- یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذاب سے بچالیا کرتے ہیں- اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا قطعی اور فرضی حکم دیا- فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الخ بھلائی اور نیکی کی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہئے- الخ' ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بدعادتوں سے باز نہیں آتے - نیک علماء کے فرمان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اللہ کے عذاب ان کی بے خبری میں ان پر مسلط ہو جاتے ہیں- بھلی بستیوں پر اللہ کی طرف سے ازراہ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں- ہم ظلم سے پاک ہیں لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں-

**جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو:** ☆☆ (آیت:۱۱۸-۱۱۹) اللہ کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں- وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے- لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے' ان کے دین و مذاہب جدا جدا' برابر جاری و ساری ہیں- طریقے مختلف' مالی حالات جدا گانہ ایک ایک کے ماتحت یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے- جن پر اللہ کا رحم ہو جائے' وہ رسولوں کی تابعداری' رب تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں- اب وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے مطیع ہیں- اور یہی نجات پانے والے ہیں- چنانچہ مسند و سنن میں حدیث ہے' جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے- نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے' اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے- سب جہنمی ہیں' سوائے ایک جماعت کے- صحابہؓ نے پوچھا'' یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں'' آپؐ نے جواب دیا' وہ جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ (مستدرک حاکم) بقول عطا مُخْتَلِفِيْنَ سے مراد یہودی' نصرانی' مجوسی ہیں اور اللہ کے رحم والی جماعت سے مراد یک طرفہ دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں-

قتادہؒ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گو ان کے وطن اور بدن جدا ہوں- اور اہل معصیت فرقت واختلاف والے ہیں گو ان کے وطن اور بدن ایک ہی جا جمع ہوں- قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے- شقی وسعید کی ازلی تقسیم ہے- یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت بالخصوص اسی لئے ہے- حضرت طاؤسؒ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپؒ نے فرمایا کہ تم نے جھگڑا اور اختلاف کیا- اس پر ایک شخص نے کہا' اسی لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں- آپ نے فرمایا' غلط ہے- اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا' اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں' بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے جیسے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے- اور آیت میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ میں نے جنوں و رانسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے- تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے- چنانچہ مالک اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی- انہیں رحمت حاصل کرنے اور انہیں اختلاف میں مصروف رہنے کے لئے پیدا کیا ہے- تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے- اور ان دونوں سے جنت دوزخ پر کئے جائیں گے- اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے-

بخاری و مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت دوزخ دونوں میں آپس میں گفتگو ہوئی- جنت نے کہا' مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں- اور جہنم نے کہا' میں تکبر اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں- اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل

نے جنت سے فرمایا' تو میری رحمت ہے' جسے میں چاہوں اسے تجھ سے نوازوں گا- اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس سے میں چاہوں- تیرے عذاب کے ذریعے اس سے انتقام لوں گا- تم دونوں پر ہو جاؤ گی- جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ کہے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے- بس ہے-

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے دل کی تسکین کے لئے بیان فرمار ہے ہیں- تیرے پاس اس صورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے ○ ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ- ہم بھی عمل میں مشغول ہیں ○ اور تم بھی انتظار کرو- ہم بھی منتظر ہیں ○ زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے- تمام کاموں کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے- پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے' تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ○

---

**ذکر ماضی تمہارے لیے سامان سکون:** ☆☆ (آیت: ۱۲۰) پہلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا' نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا' آخر اللہ کے عذاب کا آنا' کافروں کا برباد ہونا' نبیوں رسولوں اور مومنوں کا نجات پانا' یہ سب واقعات ہم تجھے سنا رہے ہیں- تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے- اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا- کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے- یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں-

(آیت: ۱۲۱-۱۲۲) بطور دھمکانے' ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں ہٹتے تو نہ ہٹو- ہم بھی اپنے طریقے پر کاربند ہیں- تم منتظر رہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے- ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں- فالحمد للہ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے- مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا- دنیا کو مٹھی میں لے لیا- فللہ الحمد-

(آیت: ۱۲۳) آسمان و زمین کے ہر غیب کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے- اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے- اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے- جو بھی اس پر بھروسہ رکھے' وہ اس کے لئے کافی ہے- حضرت کعب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تورات کا خاتمہ بھی انہی آیتوں پر ہے- اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں-

الحمدللہ سورہ ہود کی تفسیر ختم ہوئی-

# تفسیر سورہ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے ماتحتوں کو سورہ یوسف سکھاؤ- جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے- لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے- اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں- امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے- کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا- یہ روایت کلبی کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں ○ یقیناً ہم نے آپ اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو ○ ہم آپ تیرے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں- تیری جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمانے سے- یقیناً تو اس سے پہلے بے خبروں میں تھا ○

**تعارف قرآن بزبان اللہ الرحمان:** ☆☆ (آیت:۱-۳) سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے- اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح، کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں- مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں یہاں پر تلک معنی میں ھذا کے ہے- چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت و کثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں، افضل تر رسول پر، فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں، تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں، وقتوں میں بہترین وقت میں، نازل ہو کر ہر اک طرح کے کمال کو پہنچی تا کہ تم ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو- ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں- صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے؟ اس پر یہ آیت اتری- اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا تو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں- پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کوئی بات بیان فرماتے- اس پر آیت اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ اتری اور بات بیان ہوئی- روش کلام کا ایک ہی انداز دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ اس پر یہ آیتیں اتریں- پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت اَللّٰهُ نَزَّلَ الخ اتری-

پس قصے کے ارادے پر بہترین قصہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی- اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے- مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر

دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی۔ اسے لے کر آپ حاضر حضور ہوئے اور آپ کے سامنے اسے سنانے لگے۔ آپ سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے' کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن اور واضح طور پر لے کر آیا ہوں۔ تم ان اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو۔ ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو۔ سنو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی سوائے میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے آپ سے کہا کہ بنو قریضہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں۔ تو کیا میں انہیں آپ کو سناؤں؟ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن ثابت نے کہا کہ اے عمر کیا تم حضور ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمر کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے' ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر' اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا' اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ ہوتے' پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔

ابو یعلی میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا' اسے مارا۔ اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا' بیٹھ جا۔ میں بتاتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے۔ اس نے کہا' پھر جو آپ فرمائیں۔ میں کرنے کو تیار ہوں' آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے۔ خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا۔ اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے خود اسے پڑھا یا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ عبرت بنے۔ پھر فرمایا' بیٹھ جا ایک بات سنتا جا۔ میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی۔ پھر اسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا' تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی۔ پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا ہے اور منبر نبوی کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپ نے فرمایا' لوگو میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے میں اللہ کے دین کی باتیں بہت سفید اور نمایاں لایا ہوں۔ خبردار تم بہک نہ جانا۔ گہرائی میں اترنے والے کہیں تمہیں بہکا نہ دیں۔ یہ سن کر حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں تو یا رسول اللہ' اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر آپ کے رسول ﷺ ہونے پر دل سے راضی ہوں۔ اب حضور ﷺ منبر سے اترے۔ اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاری ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی کے زمانے میں آپ نے حمص کے چند آدمی بلائے۔ ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لی تھیں۔ وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے تاکہ حضرت عمر سے دریافت کر لیں۔ اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور

باتیں بھی بڑھالیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ ''امیر المومنین یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟'' آپؓ نے فرمایا' شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو! میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں۔ میں حضور ﷺ کے زمانے میں خیبر گیا۔ وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ وہ لے کر آؤ۔ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضور ﷺ کو میرا یہ کام پسند آ گیا۔ لا کر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا۔ اب جو ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضور ﷺ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ نے ان تحریروں کو اٹھالیا اور ان کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا۔ یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکار ہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا۔ یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا جو اوروں کے لئے عبرت ہو جائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴﴾

جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جی میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں ○

---

بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام: ☆☆ (آیت:۴) حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ''کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ (بخاری) آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔ انہوں نے کہا' ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا' پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسف ہیں جو خود نبی تھے' جن کے والد نبی تھے' جن کے دادا نبی تھے' جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا' پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا سنو جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے' وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں' جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' نبیوں کے خواب اللہ کی وحی ہوتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں' اسی برس کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی آپؐ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ' یہ دیکھئے' آج اللہ تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپؐ خاموش رہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ کو نام بتائے۔ آپؐ نے اسے بلوایا اور فرمایا' اگر میں تجھے ان کے نام بتادوں تو تو مسلمان

ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا' سنوان کے نام یہ ہیں۔ جریان۔ طارق۔ ذیال۔ ذوالکتفین ۔ قابل۔ وثاب۔ عمودان۔ فلیق۔ مصبح ۔فروح ۔فرغ۔ یہودی نے کہا' ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (ابن جریر) یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابو یعلی بزار اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابو یعلی میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ "یہ سچا خواب ہے۔ یہ پورا ہو کر رہے گا۔" آپؐ فرماتے ہیں' سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے۔ یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں۔ انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

یعقوب نے کہا پیارے بچے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں' شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے ○

**یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور ہدایات:** ☆☆ (آیت:۵) حضرت یوسفؑ کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں۔ اور حسد کی وجہ سے کوئی نا معقول طریق کار کرنے لگیں اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں' تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو۔ اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ اس صورت میں اسے وہ خواب کوئی نقصان نہ دے گا۔ مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے۔ ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہو گئی' پھر وہ ہو جاتا ہے۔ اسی سے یہ حکم بھی لیا جا سکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے جیسے کہ ایک حدیث میں ہے۔ ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے' لوگ اس کے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى
اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ ع ۱۱
لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا
لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا

لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۸﴾

اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی کل بٹھانی بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم واسحاق کو بھی بھرپور اپنی نعمت دی' یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے ○ یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں ○ جب کہ انھوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقتور جماعت ہیں' کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں ○

**بشارت اور نصیحت بھی:** ☆☆ (آیت:۶) حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا۔ اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت۔ جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے؟

**یوسف علیہ السلام کے خاندان کا تعارف:** ☆☆ (آیت:۷-۸) فی الواقع حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے باقی سب بھائی دوسری ماں سے تھے یہ سب آپس میں کہتے ہیں کہ واللہ ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں۔ یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں۔ اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا میں سے لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ بطون بنی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الٰہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی۔ پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا واللہ اعلم۔

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ
وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ
بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

یوسف کو تو مار ہی ڈالو یا اسے کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے اس کے بعد تم صلاحیت والے ہو جانا ○ ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی گمنام کنویں کی تہہ میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی راہ قافلہ اٹھا لے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو ○

(آیت:۹-۱۰) پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری یوسف کا پتا ہی کاٹو۔ نہ یہ ہو نہ ہماری راہ کا کانٹا بنے۔ ہم ہی ہم نظر آئیں اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے ہٹانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار

ہی ڈالو- یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو- اور یہ واردات کر کے پھر نیک بن جانا توبہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے-

یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا جو سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روبیل تھا- کوئی کہتا ہے یہودا تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا- اس نے کہا بھئی یہ تو ناانصافی ہے بے وجہ' بے قصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی- منظور رب تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے' بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روبیل کی رائے سے نرم ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنویں کی تہ میں پھینک دیں قتادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو؟ بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں ہاتھ خون آلود کرو ان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتے داری کے توڑنے' باپ کی نافرمانی کرنے' چھوٹے پر ظلم کرنے' بے گناہ کو نقصان پہنچانے' بڑے بوڑھے کو ستانے اور حقدار کا حق کاٹنے' حرمت وفضیلت کا خلاف کرنے' بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے' اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ' اللہ کے لاڈلے پیغمبرؑ کو اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں- اللہ کے دو نبیوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں' محبوب ومحب میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں' سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں- پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم وگرم گودی سے الگ کرتے ہیں- اللہ انہیں بخشے آہ شیطان نے کیسی الٹی پڑھائی ہے- اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے-

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰي يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہنے لگے کہ ابا آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں ○ کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پئے اور کھیلے کودے اس کی حفاظت کے ہم ذمے دار ہیں ○ کہا اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہے گا کہ کہیں تمہاری غفلت میں اسے بھیڑیا کھا جائے ○ انھوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی زور آور جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل عاجز ہی ہوئے ○

---

بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق: ☆☆ (آیت: ۱۱-۱۲) بڑے بھائی روبیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنویں میں ڈال آئیں- اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے- باوجودیکہ تھے بداندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی

باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنی گہری سازش میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ ابا جی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کرسکتا ہے؟۔ یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ کی دوسری قرات ترتع و نلعب بھی ہے۔ باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے۔ ان کا جی خوش ہوگا دو گھڑی کھیل کود لیں گے ہنس بول لیں گے آزادی سے چل پھر لیں گے۔ آپ بے فکر رہئے ہم سب اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے۔ آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

انجانے خطرے کا اظہار: ☆☆ (آیت: ۱۳-۱۴) نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لے جاؤ گے مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گزرے گی۔ حضرت یعقوب کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسف کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے۔ نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا۔ اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی صورت کی خوبی سیرت کی اچھائی کا بیان تھی اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوۃ وسلام ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور اللہ نہ کرے کوئی بھیڑیا آ کر اس کا کام تمام کر جائے۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ آہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے یوسف کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دیں گے۔ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے کیا خوب سوچا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود ہو اور ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو ہم سب بے کار نکمے عاجز نقصان والے ہی ہوئے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت آ رہا ہے کہ تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں ○

---

بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گئے: ☆☆ (آیت: ۱۵) سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف کو لے کر چلے جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی غیر آباد کنوئیں کی تہ میں ڈال دیں۔ حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلے گا ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے۔ اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ باپ نے ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر پیار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں برا بھلا کہنے لگے اور چانٹا چٹول سے بھی باز نہ رہے۔ مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا آدھی دور آپؑ پہنچے ہوں گے کہ

انہوں نے رسی کاٹ دی آپؑ تہ میں جا گرے' کنویں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپؑ آ کر کھڑے ہو گئے۔ عین اس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی جانب وحی کی کہ آپؑ کا دل مطمئن ہو جائے آپؑ صبر و برداشت سے کام لیں اور انجام کا آپؑ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت دور نہ ہو گی۔ سن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا۔ اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی۔ ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلبہ دے گا یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ تو تو ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپؑ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپؑ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا۔ آواز نکلنی ہی تھی اس وقت آپؑ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک یوسف نامی سوتیلا بھائی تھا۔ تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھا لیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ پس یہی ہے جو آپ کو کنویں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انہیں ان کی بے شعوری میں جتائے گا۔

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے ○ اور کہنے لگے اباجی ہم تو آپس میں شرطیہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اسے بھیڑیا کھا گیا' آپ تو ہماری بات باور کرنے کے نہیں گو ہم بالکل سچے ہی ہوں ○ یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے' باپ نے کہا یوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل سے ہی ایک بات بنا لی ہے' پس صبر ہی بہتر ہے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے ○

**بھائیوں کی واپسی اور معذرت:** ☆☆ (آیت:۱۶-۱۸) چپ چاپ ننھے بھیا پر' اللہ کے معصوم نبی پر' باپ کی آنکھ کے تارا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سرخ رو ہونے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غمزدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے۔ اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیراندازی اور دوڑ شروع کی۔ چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بنا لیا' چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر جچانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے بند باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے۔ پھر جب کہ پہلے ہی

سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہو اور خلاف ظاہر واقعہ میں ہی اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے - ہیں تو ہم سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق بجانب ہیں۔

کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے، ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟ - یہ تو تھا زبانی کھیل' ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیراہن داغدار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر۔ لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے - اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا - لیکن اللہ کے نبی نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ ابا جی کو ہماری بات جچی نہیں فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنادی ہے - خیر میں تو تمہاری اس مذبوحی حرکت پر صبر ہی کروں گا - یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے - تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا - ابن عباسؓ کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا اس کا پیراہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا - خیر میں صبر کروں گا' جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو- کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا - اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا - اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا - امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے - اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔

| |
|---|
| وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ |
| يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ |
| وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ |
| ٱلزَّٰهِدِينَ ﴿٢٠﴾ |

ع ۱۴ ۱۲

ایک قافلہ آیا انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا' کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو نوجوان بچہ ہے' انہوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا دیا' اللہ باخبر تھا اس سے جو وہ کر رہے تھے ○ بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا' وہ تو یوسف کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے ○

---

کنویں سے بازار مصر تک: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۰) بھائی تو حضرت یوسف کو کنویں میں ڈال کر چل دیئے - یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنویں میں اکیلے گزر گئے - محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنویں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ قدرت اللہ کی ایک قافلہ وہیں سے گزرا - انہوں نے اپنے سقے کو پانی کے لئے بھیجا - اس نے اسی کونے میں ڈول ڈالا' حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے - وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا' رہ نہ سکا با آواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ یہ تو نوجوان بچہ آ گیا - دوسری قرات اس کی یا بشرای بھی ہے۔

سدی کہتے ہیں بشریٰ کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر دی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے۔ لیکن سدی کا یہ قول غریب ہے۔ اس طرح کی قرات پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے۔ اسی کی تائید قرات یٰبُشْرٰیَ سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں یَانَفْسُ اِصْبِرِیْ اور یَا غُلَامُ اَقْبِلْ اضافت کے حرف کو ساقط کر کے۔ اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرات اس کی تفسیر ہے واللہ اعلم۔ ان لوگوں نے آپ کو بحیثیت پونجی کے چھپا لیا قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کو ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنویں کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے انہوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تا کہ وہ بھی اپنا حصہ نہ ملائیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ برادران یوسف نے شناخت چھپائی۔ اور حضرت یوسف نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں مجھے قتل ہی کر دیں۔ اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے۔ سقے سے انہوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلا لیا انہوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا گو وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں اسی کے ساتھ ہیں اس کی تقدیر یونہی جاری ہوئی تھی خلق و امر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دکھ دے رہی ہے میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انہیں غارت کر دوں لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں دیر ہے اندھیر نہیں بے فکر رہو عنقریب غالب کروں گا اور رفتہ رفتہ ان کو پست کر دوں گا۔ جیسے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخر انجام حضرت یوسف کے سامنے انہیں جھکنا پڑا اور ان کے مرتبے کا اقرار کرنا پڑا۔ بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انہیں بیچ دیا۔ ناقص چیز کے بدلے بھائی جیسا بھائی دے دیا۔ اور اس کی بھی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلا قیمت مانگا جاتا تو بھی دے دیتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلے والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا۔ لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں اس لئے کہ انہوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھی اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کر دیا تھا۔

پس اگر انہیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے؟ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسف کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔ بخس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے۔ لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی۔ کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمن علیہم السلام تھا پس آپ کو تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔ پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم و حرام بھی تھا۔ بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول۔ چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے۔ یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے۔ اور اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی انہیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں ان کی کیا قدر ہے؟ وہ کیا جانتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا قافلے کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے' اسے مضبوط باندھ دو' کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لے جا کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے گا۔ پس شاہ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀۲۱ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ؀۲۲

مصر والوں میں سے جس نے اسے خریدا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت واحترام کے ساتھ رکھو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدے پہنچائے یا اسے ہم اپنا ہی بنالیں' یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف کا قدم جما دیا کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھا دیں' اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں ○ جب یوسف پوری طاقت کی عمر کو پہنچ گیا ہم نے اسے دانائی اور علم دیا' ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○

**بازار مصر سے شاہی محل تک:** ☆☆ (آیت: ۲۱-۲۲) رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خریدا' اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت ووقعت ڈال دی- اس نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر وصلاح ہے- یہ مصر کا وزیر تھا- اس کا نام قطفیر تھا- کوئی کہتا ہے اس کے باپ کا نام دوحیب تھا' یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا- مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی- یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا- عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا- کوئی کہتا ہے زلیخا تھا- یہ رعابیل کی بیٹی تھیں- ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنق بن مدیان بن ابراہیم تھا- واللہ اعلم-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور بین اور دوررس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گزرے ہیں- ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو- دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور باامانت شخص ہے- تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمرؓ جیسے شخص کو سونپی-

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا- کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں- اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے- لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں' نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے' نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں- جب آپ کی عقل کامل ہوئی جب جسم اپنی نشوونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا- یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس ۳۳ برس کی عمر ہے- یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی- یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں واللہ اعلم-

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾

اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو بہلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگہبانی چھوڑ دے دروازے بند کر کے کہنے لگی اور آ جاؤ' یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! عزیز مصر میرا سردار ہے مجھے اس نے بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے' بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا ○

زلیخا کی بدنیتی سے الزام تک: ☆☆ (آیت:۲۳) عزیز مصر جس نے آپ کو خریدا تھا اور بہت اچھی طرح اولاد کے مثل رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکیداً کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت واکرام سے انہیں رکھو- اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے- جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے- دروازے بھیڑ کر بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسفؑ بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں- آپؑ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے- اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا- آپؑ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں- پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں- یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں- هَيْتَ لَكَ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانیہ کا لغت بتاتے ہیں- کسائی اسی قرات کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے حجاز میں آ گیا ہے- اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے- امام ابن جریرؒ نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے- اس کی دوسری قرات ہیت بھی ہے پہلی قرات کے معنی تو آؤ کے تھے اس کے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں بعض لوگ اس قرات کا انکار ہی کرتے ہیں- ایک قرات ہیت بھی ہے- یہ قرات غریب ہے- ایک قرات ہیت بھی ہے- عام مدنی لوگوں کی یہی قرات ہے- اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے-

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قراتیں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو- گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آ - اور سامنے ہو وغیرہ- پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں آپؓ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا- یعنی هَيْتَ نہ کہ هِيْتُ- یہ لفظ تذکیر تانیث واحد تثنیہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے- جیسے هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمْ هَيْتَ لَكُمَا هَيْتَ لَكُنَّ هَيْتَ لَهُنَّ-

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾

اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف نے اس کا' اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لے وہ اپنے پروردگار کی دلیل' یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کریں' بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا ○

یوسف علیہ السلام کے تقدس کا سبب: ☆☆ (آیت:۲۴) سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مروی ہے جو ابن

جریرؒ وغیرہ لائے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو۔ اور جب اس نیکی کو کر گزرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو۔ اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو۔ کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے۔ اور اگر اس برائی کو کر ہی گزرے تو اس کے برابر اسے لکھ لو۔ اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں اصل بخاری مسلم میں بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ حضرت یوسف نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا۔ لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جسے امام ابن جریر وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ تو تھے اقوال قصد یوسف کے متعلق۔ وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں۔

اور حضرت یوسفؑ کے سینے پر آپؑ نے ہاتھ مارا کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آگئی کہتے ہیں آپؑ کی نظر چھت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا خبردار زنا کے قریب بھی پھٹکنا بڑی بے حیائی اور اللہ کے غضب کا کام ہے اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ایک تو اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ دوسری وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ تم جس حال میں ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تیسری آیت اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ الخ اللہ ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے۔ کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی۔ کہتے ہیں ایک نشان تھا جو آپؑ کے ارادے سے آپؑ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوب ہو۔ اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو۔ اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ اللہ کا فرمان میں بھی اطلاق ہے۔ (اسی طرح قصد کو بھی) پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے۔ وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر درود و سلام نازل ہوں۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا
الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ
اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۵ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ
مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۲۶ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ
وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۷ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ
مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝۲۸ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ

ھٰذَا وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ۲۹ ع ۱۲

دونوں دروازے اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ پھاڑ ڈالا- دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے ○ یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے بہلا پھسلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرانا چاہتی تھی' عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی' کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں ہے ○ اور اگر اس کا پیراہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○ خاوند نے جو دیکھا کہ پیراہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○ خاوند نے دیکھا کہ پیراہن یوسف پیٹھ کی جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو عورتوں کے چھند ہیں' بے شک ہتھ کنڈے بھاری ہیں ○ یوسف اب اس بات کو آتی جاتی کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کر' بے شک تو گنہگاروں میں ہے ○

---

**الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی :** ☆☆ (آیت:۲۵-۲۹) حضرت یوسفؑ اپنے تئیں بچانے کے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپؑ کو پکڑنے کے ارادے سے آپؑ کے پیچھے بھاگی- پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا- زور سے اپنی طرف گھسیٹا- جس سے حضرت یوسف پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے لیکن آپؑ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف کے سر تھوپ دیا اور آپ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی- سوکھا سا منہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی بپتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمایئے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ قید سخت یا بری مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی- اب جب کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں' میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا- اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی- اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیرہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دیئے- روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصوروار مرد ہے اور عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے- اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں شبہ نہیں- ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی' پکڑا' کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا- کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر داڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا- اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے- دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گہوارے میں جھولتا بچہ تھا-

ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے چھٹپن میں ہی کلام کیا ہے اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسف صدیقؑ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی- ابن عباسؓ فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے- حضرت یوسف کے گواہ نے- جریج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے- مجاہد نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی ہے کہتے ہیں وہ صرف اللہ کا حکم تھا کوئی انسان تھا ہی نہیں- اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف کے پیراہن کو

پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے۔ اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو۔ تمہارے تریا چرتر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔ پھر حضرت یوسف سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر۔ سراسر تو ہی خطاوار ہے۔ کیا خود اور الزام دوسروں کے سر رکھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

شہر کی عورتوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے۔ اس کے تو دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے ہمارے خیال میں تو وہ صریح غلطی میں پڑ رہی ہے ○

---

داستان عشق اور حسینان مصر: ☆☆ (آیت: ۳۰) اس داستان محبت کی خبر شہر میں ہو گئی چرچے ہونے لگے۔ چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب وحقارت سے اس قصے کو دوہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ شغف کہتے ہیں حد سے گزری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے دل کے پردوں کو عورتیں شغاف کہتے ہیں کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو بھی چل گیا۔ یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا۔ انہیں تو دراصل حسن یوسف کے دیدار کی تمنا تھی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

اس نے جب ان کی اس پرفریب غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے جاؤ' ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زبان سے نکل گیا کہ حاشاللہ یہ انسان تو ہرگز نہیں' یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے ○ اسی وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں' میں نے ہر چند اسے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن

یہ بال بال بچا رہا' واللہ جو کچھ میں اسے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بے شک یہ بہت ہی بے عزت ہو گا ○

(آیت: ۳۱۔۳۲) عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے۔ اور ایک مجلس' محفل اور بیٹھک درست کر لی جس میں پھل اور میوہ بہت تھا اس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دے دیا یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض کر کے جمال یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے تئیں معذور ظاہر کرنے اور ان کے مکر کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں خود زخمی کر دیا اور خود ان ہی کے ہاتھ سے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آیئے۔ انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آ گئے عورتوں کی نگاہ جو آپؑ کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں ہیبت وجلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت با قاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔ میٹھے ہاتھوں میں تھے' چاقو چل رہے تھے' جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زبان ہو کر بول اٹھیں ہاں ضرور۔ اسی وقت حضرت یوسف سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لایئے آپؑ آئے پھر اس نے کہا جایئے آپؑ چلے گئے آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپؑ کو دیکھا۔ دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں ہوش حواس جاتے رہے' بجائے نیبو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور کوئی احساس تک نہ ہوا ہاں جب حضرت یوسفؑ چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی۔ تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا ازخود رفتہ کر دیا پھر بتاؤ میرا کیا حال ہو گا؟ عورتوں نے کہا واللہ یہ انسان نہیں۔ یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔ آپؑ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔

چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں تہائی حسن یوسفؑ کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپؑ کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپؑ کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنے میں نہ پڑ جائے۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپؑ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا۔ یا حسن کی دو تہائیاں ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگوں کو اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ سہیلی میں ہے کہ آپؑ کو حضرت آدم کا آدھا حسن دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا آپ کی اولاد میں آپؑ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ اور حضرت یوسف کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ پس ان عورتوں نے آپؑ کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں۔ بشرا کی دوسری قرات بشریٰ ہے یعنی یہ تو خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔ اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و برداشت چھین لے؟ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا۔ اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے۔ پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا

پڑے گا- اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی-

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾

یوسف نے دعا کی اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے' اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل میں جاہلوں سے جاملوں گا ○ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دئے' یقیناً وہ سننے جاننے والا ہے ○

(آیت: ۳۳-۳۴) اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بد ارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں- اے اللہ تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں- مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں تیری مدد اور تیرے رحم و کرم بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں' نہ کسی کو کر سکوں میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں' تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں- اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو بال بال بچا لیا' عصمت و عفت عطا فرمائی' اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ بچے ہی رہے- باوجود بھرپور جوانی کے باوجود بے انداز حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے' جو آپ میں تھا' آپ اپنی خواہش نفس کی بے جا تکمیل سے بچتے رہے- اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا جو رئیس زادی ہے' رئیس کی بیوی ہے' ان کی مالکہ ہے' پھر بہت ہی خوبصورت ہے' جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے' ریاست بھی ہے- وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنا رہی ہے- لیکن آپ کے دل میں خوف اللہ کا سمندر موج زن ہے' آپ اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور لذت کو نام رب پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں-

بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے سائے تلے سایہ دے گا جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سائے کے نہ ہوگا- (۱) مسلمان عادل بادشاہ- (۲) وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری- (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک کہ پھر وہاں جائے- (۴) وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں- (۵) وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی- (۶) وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں- (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں بہ نکلیں-

ع ۱۴ ۶

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانے میں رکھیں ○

جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام : ☆☆ (آیت:۳۵) حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا- لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں- بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے- جب ہم یوسفؑ کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی- یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپؑ کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپؑ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برات اور میری پاکدامنی صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں جب تک بادشاہ نے ہر طرح کے گواہ سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپؑ کا بے قصور ہونا' ساری دنیا پر کھل نہ گیا آپؑ جیل خانے سے باہر نہ نکلے- پھر آپؑ باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر' نبی اللہ پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰ والسلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو- قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو-

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے' ان میں سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے تئیں شراب نچوڑتے دیکھا ہے' اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں' ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے' ہمیں تو آپ خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں ○

جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساقی سے ملاقات : ☆☆ (آیت:۳۶) اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساقی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیجا گیا- ساقی کا نام بندار تھا اور باورچی کا نام بحلث تھا- ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی- سچائی' امانت داری' سخاوت' خوش خلقی' کثرت عبادت' اللہ ترسی' علم و عمل' تعبیر خواب' احسان و سلوک وغیرہ میں آپؑ مشہور ہو گئے تھے جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی کی خیر خواہی ان سے مروت و سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دلداری ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوا دارو بھی آپؑ کا تشخص تھا- یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے- ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپؑ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے آپؑ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے- بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا- پھوپھی کی محبت' باپ کا پیار' عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے- اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے- اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساقی نے تو

دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔

ابن مسعودؓ کی قرات میں خمراً کے بدلے لفظ عنباً ہے۔ اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہی ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی بیل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے۔ یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے۔ اللہ کے پیغمبرؑ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانے سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندآ آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے۔ اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ
أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ
قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ
مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ
نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا' یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے' میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں O میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں یعنی ابراہیم و اسحاق اور یعقوب کے دین کا' ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں' ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں O

---

جیل خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سلسلہ اور تبلیغ توحید: ☆☆ (آیت: ۳۷-۳۸) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتانے میں مجھے کوئی بخل نہیں۔ اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتا دوں گا۔ حضرت یوسف کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف' تنہائی کی قید میں تھے' کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپؑ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خواب کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔ ابن عباس سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے۔ پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں۔ میں نے اللہ کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں' خود میرے باپ دادا اللہ کے رسول تھے' ابراہیم

اسحاق، یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا پیرو رہے۔ اللہ کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے، گمراہوں کی راہ سے منہ پھیر لے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اس کے دل کو پرنور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے۔ اسے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے کہ اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ ہم جب کہ راہ راست دکھا دیئے گئے توحید کی سمجھ دے دئے گئے شرک کی برائی بتا دیئے گئے۔ پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے؟ کہ ہم اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں۔ یہ توحید اور یہ سچا دین اور یہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص اللہ کا فضل ہے۔ جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ اللہ کی اور مخلوق بھی شامل ہے۔ ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب یہ براہ راست اللہ کی وحی آئی۔ اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ کی اس زبردست نعمت کی جو اللہ نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے، ناقدری کرتے ہیں اور اسے مان کر نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں۔ اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ دادا کو بھی باپ کے مساوی میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسفؑ کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ اسحاق اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کی۔

| |
|---|
| یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ |
| الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ |
| وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ |
| اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ |
| النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ |

اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ ○ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

**شاہی باورچی اور ساقی کے خواب کی تعبیر اور پیغام توحید:** ☆☆ (آیت: ۳۹-۴۰) یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ نے انہیں تعبیر خواب بتا دینے کا اقرار کر لیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے انہیں توحید کا وعظ سنا رہے ہیں۔ اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ خدائے واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار و بے بس ہے۔ جس کا ثانی شریک اور ساجھی کوئی نہیں۔ جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر؟ یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟۔

پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سند ہیں۔ یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی گھڑت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس مرض کے مریض تھے۔ لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے بلکہ اس کی کوئی عقلی نقلی دلیل

دنیا میں اللہ نے بنائی ہی نہیں۔ حکم تصرف' قبضہ' قدرت' کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے باز آنے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے۔ دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو اس کے لئے ہی عمل و عبادت ہو۔ اسی اللہ کا حکم اس پر بے شمار دلیلیں موجود۔ لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ نادان ہیں توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے۔ اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انہیں یہ امن نصیب نہیں ہوتا۔ خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپؑ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصاً ایسے موقعہ پر جب کہ اللہ کے پیغمبر ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپؑ سے ایک بات پوچھی۔ آپؑ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی۔ اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا۔ کیونکہ آپؑ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے۔ بات کو سوچیں گے۔ جب آپؑ اپنا فرض ادا کر چکے۔ احکام اللہ کی تبلیغ کر چکے۔ تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپؑ نے ان کا جواب شروع کیا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ
فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ
فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ
رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝۴۲ ع ۷ ۱۵

اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا' لیکن دوسرا سولی دیا جائیگا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کھائیں گے' تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام فیصل کر دیا گیا ۝ جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا' پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے ۝

---

**خواب اور اس کی تعبیر:** ☆☆ (آیت:۴۱) اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ان کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تا کہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے۔ بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا یہ دراصل یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے اپنے تئیں دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا مغز کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دے دی جائے جب تعبیر دے دی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے مسند ابو یعلی میں مرفوعاً مروی ہے کہ خواب کی تعبیر

سب سے پہلے جس نے دی اس کے لئے ہے۔

**تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاددہانی کی تاکید:** ☆☆ (آیت:۴۲) جسے حضرت یوسفؑ نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانہ سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے در پردہ علیحدگی میں کہ وہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا۔ لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ یہ بھی ایک شیطانی چال ہی تھی جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فانساہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے۔ گو یا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قتادہ سے مرسلاً مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ واللہ اعلم۔ بضع لفظ تین سے نو تک کے لئے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوبؑ بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے۔ اور حضرت یوسفؑ قید خانے میں سات سال تک رہے۔ اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا ابن عباسؓ کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی۔ ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانے میں گزارے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہے اور سات بالیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک' اے درباریو میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو ○ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں ○ ان دو قیدیوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے جانے کی اجازت دیجئے ○

---

**شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں یوسف علیہ السلام تک رسائی:** ☆☆ (آیت:۴۳۔۴۵) قدرت اللہ نے یہ مقرر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت واکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا۔ دربار منعقد کیا اور تمام امراء' رؤسا' کاہن' منجم علماء اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا۔ اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی۔ لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے۔ یہ تو یونہی پریشان خواب مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔ اس وقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں۔ اس علم میں ان کو کافی مہارت

ہے یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی۔ اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا۔ لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد اسے یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو۔ یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اُمَّةٍ کی دوسری قرات اُمَتِهٖ بھی ہے۔ اس کے معنی بھول کے ہیں۔ یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ
عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى
النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا
فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ
يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ
إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ
فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾ ع ٧

اے یوسف اے بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلایئے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں ○ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے در پے لگاتار حسب عادت برابر غلہ بویا کرنا' اور فصل کاٹ کر اسے بالوں سمیت ہی رہنے دینا بجز اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے لئے ○ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا بجز اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھو ○ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں شیرہ انگور بھی خوب نچوڑیں گے ○

---

(آیت:۴۶۔۴۹) دربار سے اجازت لے کر یہ چلا۔ قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف علیہ السلام بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے۔ اسے تعبیر کا اشتیاق ہے۔ تمام دربار بھرا ہوا ہے۔ سب کی نگاہیں لگیں ہوئیں۔ آپؑ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سناؤں اور سب معلوم کر لیں۔ آپؑ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا۔ باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا۔ نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے بلکہ بغیر کسی تمنا کے اظہار کے بغیر کسی الزام دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی۔ اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی۔

فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی۔ خوب تر سالی ہو گی۔ غلے کھیت باغات خوب پھلیں گے۔ یہی مراد سات ہری بالیوں سے ہے۔ گائیں بیل ہی ہلوں میں جتتے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے۔ اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لینا۔ اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت

تا کہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو- ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا- لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے- ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی- نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی- یہی مراد ہے سات دبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے ہے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے- یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی- وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا- تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی- آپؑ نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا- خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی- ریل پیل ہو جائے گی- اور تنگی دور ہو جائے گی- اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے- اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے- اور جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور پئیں-

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴿۵۲﴾

بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ' جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے؟ جنھوں نے اپنے ہاتھ آپ کاٹ لئے تھے ان کے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے ۝ بادشاہ نے پوچھا کہ اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے بہکانا چاہتی تھیں' انھوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی' پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات نتھر آئی فی الواقع میں آپ ہی اسے اس کے نفس کی حفاظت کی جانب سے ورغلا رہی تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہے ۝ اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تھی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا ۝

---

تعبیر کی صداقت اور شاہ مصر کا یوسف علیہ السلام کو وزارت سونپنا: ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۲) خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا- تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا- ساتھ ہی اسے بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں- خواب کی تعبیر میں تو آپؑ کو کمال حاصل ہے- ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں- اب اسے شوق ہوا کہ خود آپؑ سے ملاقات کرے- اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ- دوبارہ قاصد آپؑ کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپؑ نے

فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر پر یہ نہ معلوم کر لیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات مجھ سے منسوب کی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگتنا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا؟ یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپؑ کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے۔

صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جب کہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب مجھے اپنا مردوں کا زندہ کرنا مع کیفیت دکھا۔ (یعنی جب ہم اللہ کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب از روئے مزید اطمینان کے تھی نہ کہ از روئے شک۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینان دل کے لئے ہے)۔ اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے۔ اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری رہائی کا پیغام لاتا تو میں تو اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کر لیتا۔

مسند احمد میں اسی آیت فاضلہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔ مسند عبدالرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے اللہ اسے بخشے۔ دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر آپؑ سے تعبیر پوچھتا ہے آپؑ فی الفور بغیر کسی شرط کے بتا دیتے ہیں۔ اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی رہائی نہ کرا لیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد ان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی پاک دامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازے پر پہنچتا یہ روایت مرسل ہے۔

اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا۔ پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گزری تھی؟ سب بیان کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ماشاء اللہ یوسفؑ پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سرو پا تہمت ہے۔ واللہ ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسف میں کوئی بدی نہیں۔ اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا واقعہ کھل گیا۔ حقیقت نکھر آئی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا۔ اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے۔ میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاوند یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی۔ یوسفؑ کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی۔ بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا۔ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا۔ ان کی دغابازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارھویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی' اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس مہربان مالک نے آج اس مبارک تفسیر کے اٹھائیس پاروں کے ترجمے سے اور ان کے چھپوانے سے مجھے فارغ کیا۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ صرف دسویں اور گیارہویں پارے کا ترجمہ باقی رہ گیا۔ اسی رحیم وکریم سے امید ہے کہ باقی کے ان دونوں پاروں کے ترجمے کی بھی توفیق عنایت فرمائے اور انہیں بھی آسانی سے پورے کر دے۔ اے کرم ورحم والے رب العالمین ہمیں اپنے پاک کلام کی سمجھ اور اس پر عمل عطا فرما۔ اور قیامت کے دن آمنے سامنے اپنے مہربانی بھرے کلام سے نواز۔ آمین۔ الراقم المترجم عاجز ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم (میمن متوطن ریاست جوناگڑھ کاٹھیاواڑ مدرس مدرسہ محمدیہ وایڈیٹر اخبار محمدی باڑہ ہندوراؤ دہلی۔ بتاریخ ۲ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ)ء